

اے لوگو کہ یہ ہیں نور خدایاؤ گے۔۔۔ لو تمہیں طور شقی کا بتایا ہم نے

روح المعانی



یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۵	بابت ماہ اپریل ۱۹۰۶ء	نمبر ۴
-------	----------------------	--------

فہرست مضامین

اسلام - پتر سچو لازم - اورم { ۱۲۳ ۱۳۹	انسانی نسل کشی اور { حفاظت اولاد کا مقابلہ { ۱۵۴ ۱۵۹
اسلام میں دس سال ۱۴۰ - ۱۴۲	نوٹ اور ریلویو ۱۵۹ - ۱۶۱
سوالات جے ڈ اینل ۱۴۲ - ۱۴۳	فیبا والہا حضرت مسیح عود علیہ السلام ۱۶۱ ۱۶۲

امریکہ میں حامیان اشاعت اسلام

اشاعت اسلام کے متعلق ایک ہی وقت یہ دو خوشخبریاں بھی پہنچی ہیں یعنی ایک صرف احمدی قوم میں غیر ممالک میں مین اسلام پھیلا کر لئے نیا جوش اور دوسری طرف مسٹر محمد الکرڈرسل صاحب میں اس رسالہ کی اشاعت کے لئے نیا جوش دہا صاحب نے چند ماہ ہوئے جنگو لکھا تھا کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت اور ادب انکوں میں بہت ہی بڑا ہے گرا تک آپ کے جملہ دعاوی کے قبول کنویں انہیں تامل کر چھوڑ کر صاحب صوف کو لکھا تھا کہ آپ چاہیں اپنا اعتقاد رکھیں مگر اس امر پر غور کریں کہ رسالہ جو حضرت مسیح موعود کا دعویٰ پیش کیا جاتا ہے آخر وہ بھی اسلام کی عزت کے لئے ہی کیا جاتا ہے ایسی اور غرض و اور اس کو بالآخر جو نتیجہ نکلتا ہے وہ اسلام کی صداقت کی یہ باکچلو اور سچ کہ دب صاحب کا دل تعصب و خالی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ان کے دل پر اثر کر گئی اور اسے ہنسنے استعداد محنت سالہ کے امریکہ میں پھیلائیے لئے کی ہر دو ان کے متعلق میری امید سچی ہے چنانچہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہزاروں نسبت ٹانوں کی فرست کر بھیجی ہے جہاں پر پہنچا جاتا ہے اور کئی سو مشہور اخبارات کے نام پہنچے ہیں ان کی اس محنت کو دیکھ کر حیران ہوں کہ اگر ان کے دہیں رسالہ کی عظمت اور اس کی اشاعت کا سچا جوش نہ تھا تو اتنا بڑا کام جو انہوں نے کیا ہے ناممکن تھا اور پھر انہوں نے اور بھی بعض تجربہ بڑیں لکھی ہیں رسالہ کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ رسالہ ریور آف لیجنز اس ملک کے ہزار ہا ایسا جوش کا ہاتھ میں ہو کہ یہ ایک بڑا عظیم الشان کام کر رہا ہے اور صداقت کا نور دنیا میں پھیلا رہا ہے اسکو بہت ہی شوق اور دیکھی کر پڑھتا ہوں کیونکہ یہ سچ اسلام کو پیش کرتا ہے اور ہمارے پاک مذہب کے متعلق ان غلط خیالات کو نہیں پھیلاتا جنہیں اب تک کے ہنس و مسلمان کھلائے لوگ مبتلا ہو رہے ہیں میں اس بات کو محسوس کر رہا ہوں کہ آخر کار اس ملک میں یہ بڑی بڑی سچ بچہ پیدا کر کے دکھائیگا اور اسی لئے ہر سال تک میری طاقت میں پوری پوری کوشش کر رہا ہوں کہ یہ رسالہ ان سب لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچے گا جو جیسے جیسے خالی ہیں اور جو سچے دل سے سچائی کو تلاش کر رہے ہیں یہ ایک ایسے شخص کی رائے ہے جو خود تحقیق کے بعد دین اسلام میں اہل ہوا اور جیٹنگ اس سر بن سکا اشاعت اسلام کیلئے اپنا رسالہ جاری رکھا اب خدا تعالیٰ نے انہیں جوش و ریور آف لیجنز کی اشاعت کریں ان کے علاوہ اور بھی لوگ ہیں جن پر جوش اشاعت کی بہت امید ہے دوسری طرف میں دیکھتا ہوں کہ جماعت میر بھی اشاعت اسلام کے اس وقت ایک خاص محنت ہے خدا نے تعالیٰ نے جوش جو دونوں طرف دونوں میں پیدا کیا ہے صاف بتاتا ہے کہ نشاۃ الہی اس اسلام کی راہ سے لوگوں کو دور کر رہا ہے احمدی احباب طبع کی تہاؤں دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح سے کافی چند جمع ہو سکتے ہیں ان خطبہ کو انکم اور ہر شایع کر دیا جائیگا کہ مختلف مقامات کے احباب اپنے پروردگار کے وسیع ہر تجویز کو اختیار کریں یہ وقت اب پوری ہمت رکھنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس وقت اسلام کیلئے خاص محنت میں ہے اگر ہم اپنی طرف سے اس مقام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں لیکر آتے ہیں اور جس کا مقصد یہ ہے کہ لفظ اللہ تعالیٰ اس بیجا نام کو مٹائی کہ مختلف بلاد میں پناہ دین تو یقیناً کمال ہے کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی اور ان کی آنکھوں کے سامنے یہ پورے مختلف ممالک میں

ہر جہہ دیکھا جائے اور ہر جہاں کہ مسرت سے تیرے سچے لشکر دنا پناہ دینا جیسا جیسا رسدوں کو سعادت کا حصہ دے دیا دیا ہی وہ کو قبول کرتی جاویں ہاں میں اپنی بدعا و جنت اور ہر جہہ شمش کوئی چاہوں اس میں کہ ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ کم از کم ہر سال اس طرح لکھے اور میں یہ خوشی کو ظاہر کرتا ہوں کہ اس میں ہر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
سُخَّرَ لَکُمْ وَ لَکُمْ عَلٰی سُبُوْحِ الْکَرِیْمِ
اسلام سپرچوکلزم اور مخفی سوسائٹیاں

دو ایس مارگوئیو تھے جو کسفورڈ یونیورسٹی میں جی کے پروفیسر ہیں ایک کتاب اسلام پر لکھ کر حال ہی میں شائع کی ہے جس کا نام محمد (صلعم) اینڈ دی ریلیژن آف اسلام ہے نیز اس کتاب کو پڑھا ہے مگر جہاں میگزین کی خوشی ہو اس کتاب کو اٹھا یا پھا کہ پروفیسر عزلی کی لکھی ہوئی ہے تو شاید اس میں اسلام کے متعلق صحیح خیالات ظاہر کئے گئے ہوں اس کے برعکس ہر افسوس کی بات یہ کہ اس کتاب کو دیکھنا پڑا لکھتے وقت پروفیسر مارگوئیو تھے کہ یہ امر بد نظر نہ تھا کہ اسلام کے متعلق صحیح واقعات کو پیش کرے اور لوگوں کے خیال کی غلطی کی اصلاح کریں بلکہ زیادہ تر اس بات کو انہوں نے ملحوظ رکھا ہے کہ ان کی کتاب میں ایسی ایسی عجیب باتیں ہیں جو لوگوں کے دلکشش کا باعث ہوں اور ان کی اچھے پسند طبیعت تاہم بعض واقعات الگ ہو کر خود دل خوش کن مسائل کی طرف متوجہ ہو کر ادیبوں کی کتاب سنجی کتاب کو ناول کے رنگ سے رنگین کر کے اسکی باتوں کو نہ صرف پایہ اعتبار سے ہی گرا دیا بلکہ اس کو مسلمانوں کا دل بھی دکھایا تنہد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عربوں کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ سپرچوکلزم اور اسلام میور نے جو سوانح عربوں کی آنحضرت کی لکھی ہیں وہ غالباً اس وقت تک علی پایہ کی کتب میں شمار ہوتی رہیں گی جب تک کہ یورپ

موجودہ سپرچوکلزم کے لئے مجھے کوئی موزون نفاذ نہیں ملا اسلئے اصل انگریزی لفظ کو ہی اس معنوں میں استعمال کیا ہے لیکن معنوں سمجھنے کے لئے اسکی کسی قدر تشریح کر دینی ضروری ہے سپرچوکلزم اس خیال یا اعتقاد کا نام ہے کہ موت کے بعد وہیں گھر نہیں پھرتی رہتی ہیں اور زندوں کے ساتھ مختلف ذرائع سے کلام کرتی ہیں مثلاً دروازوں کو آہستہ آہستہ کھٹکھٹانیسے یا میز پر کھٹ کھٹ کرنے سے یا لکھنے یا کسی اور طرح کر یہ کہا جاتا ہے کہ ہر شخص کیساتھ وہ اس طرح کلام نہیں کرتی اور نہ ہر شخص کو انکی باتیں سمجھ سکتی ہیں بلکہ بعض خاص طبیعتوں کے آدمی ایسی باتوں کے سمجھنے کے لئے موزون ہوتے ہیں اور انہیں کے باقیسے بعض آدمی ہیں اصل میں تو یہ خیال بہت پرانا ہے مگر مغربی ممالک میں آجکل ہی اسکا چرچا زیادہ پھیلا ہے ۱۹۴۸ء میں اسکی ابتدا ہوئی اور اسکا آغاز امریکہ میں ہوا جہاں دو عورتوں نے یہ ظاہر کیا کہ ہمیں ان کے دروازہ کو اگر رات کو کھٹکھٹاتی ہیں وہ اس سے خیال پر رہیں پھیلا اور ایک بڑا ہجاری گروہ اس خیال کو لے کر بعض مشہور ادیبوں نے بھی ان امور کی تحقیقات کی ہے کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط جس نتیجہ پر وہ لوگ پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ اکثر حوالہ دہانہ یا پالا کی کوری پر یا ہرناسہ مار کچھ واقعات ایسے بھی ہیں جو ہم تک سمجھیں نہیں سکتے وہ لوگ ہمارے ان جنات کی تسخیر کرنے والوں کی طرح مدعو کو چاہنے والے اور انکی کھٹ

میں مشرقی تاریخ مطالعہ کریں گے باوجود ہونے باوجود یہ سب کی کتاب میں عیسائی مذہب کی کھلی کھلی طرفداری پائی جاتی ہے اور سپرنگ کی کتاب میں علمی نقابوں اور قابل اعتبار باتیں موجود ہیں مگر یہ افسوس کہ کتابوں کے پروفیسر مار گولیوٹھ کی کتاب ان دونوں سے بچنے لگی ہوئی ہے اور نہ صرف اس میں تعصب اور روایات کے جانچنے میں لاپرواہی ہی کام لیا گیا ہے بلکہ وہاں بھی پروفیسر صاحب نے جہانک کہ انکی طاقت تھی اپنے لئے اور عجیب خیالات کی تائید کے لئے غلط بیانی سے کام لیا ہے پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ انکو اسلام کے متعلق ایک اور کتاب لکھنے کی ضرورت تھی اسلئے پیش آئی کہ سپر کی کتاب کے بعد نئی نئی عربی تصنیفات چھپ گئی ہیں اور اسلئے نئی شہادت و ہدایت ضروری اور دیکھتے ہیں کہ سپر کی کتابوں کے پڑھکر یہ کہنا پڑتا ہے کہ تاریخی طور پر سپر کی کتاب پروفیسر مار گولیوٹھ کی کتاب سے بہت بڑھکر قابل اعتبار ہے سپر نے بڑی محنت سے کام کیا ہے اور ایک حد تک واقعات کو بگاڑا نہیں اور پختہ میں بعض اصول بھی بیان کیے ہیں کہ کوئی روایات قابل اعتبار ہیں اگرچہ آگے چلکر کئی جگہ ان اصولوں کو نظر نہیں رکھا مگر پروفیسر مار گولیوٹھ نے اس محنت کے کام کو بڑی مبالغہ ہے وہ کہتا ہے کہ روایات کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے متعلق میں گولڈزبرگر نوڈلہاس کے فیصلوں کو کافی سمجھو گا مگر یہ کہتے وقت پروفیسر صاحب یہ یاد نہیں رکھتے کہ کتاب کو لکھنے کیلئے غلط تو انہوں نے یہ بیان کیا تھا کہ سند احمد بن حنبل اور تفسیر جریر کے چھپ جانے کی وجہ سے نئی شہادت مانتے ہیں آگئی ہے پس ان پہلے علماء کا فتویٰ ایسی کتابوں کی روایتوں کے متعلق انکو کیونکر مل سکتا تھا اس سے صاف پایا جاتا ہے اور پروفیسر صاحب کا اپنا قول ہے کہ انہوں نے روایات کو فضول طور پر بھردیا ہے اور بغور بھی نہیں کیا کہ کوئی روایت قابل اعتبار ہے اور کوئی نہیں حالانکہ سند تفسیر بن جریر کی روایات کے متعلق اور ایک حد تک سند احمد بن حنبل کے متعلق پوری تحقیقات اور چھان بین کے بعد روایات کو قبول کرنا چاہئے تھا مگر پروفیسر مار گولیوٹھ نے یہ سمجھ لیا کہ چونکہ وہ ایک انگریزی یونیورسٹی میں پروفیسر عربی ہیں اسلئے جو کلمہ وہ اسلام کے متعلق منہ سے نکالیں وہ محض انکی پروفیسری کی وجہ سے قابل اعتبار اور مستند سمجھ لیا جاوے گا شاید ہمارے علیحدہ کے دوست جو عربی کے لئے انگریز پروفیسر سنگو انکی تجاویز سے سب سے زیادہ توجہ میں کہ اسلام کی جو حالت ہوئی ہے وہ تو ہوئی ہے اب دیکھو اسلام کا نام بھی مٹایا جاوے اور مسلمانوں کی عربی تعلیم بھی ان لوگوں کے سپرد کی جاوے جن کے رنگ و ریشہ میں اسلام کے خلاف تعصب بچا ہوا ہے اور جو طرح سے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کی کوشش میں گئے رہتے ہیں کیا مسلمانوں میں کوئی شخص بھی نہیں جو انگریزوں جتنی ٹوٹی پھوٹی عربی جانتا ہو؟

کچھ عرصہ ہوا انہیں پروفیسر مار گولیوٹھ صاحب نے ایک لیکچر دیا تھا جنہیں انہوں نے لفظ مسلم اور حنیف کا (اوتھ ٹانگ) اصل معنی بتائے تھے اس لیکچر کا ذکر اخباروں میں پڑھکر میں نے خیال کیا تھا کہ شاید پروفیسر صاحب نے محض سامعین کے خوش کرنا کے لئے ان کا ذکر کیا ہے کیونکہ سنجیدہ طور پر کوئی فہم شخص ایسی لغوی باتوں کو مستہ نہیں کر سکتا تھا مگر اب جب انکی کتاب کو پڑھا تو انہیں خیالات کا اظہار پھر اس کتاب میں پایا اگرچہ اب پروفیسر صاحب نے کسی قدر محتاط ہو کر ان میں وہ خیالات کو ظاہر کیا ہے وہ کہتے ہیں آخر کار ایک نام بھی اس فرقہ کے لئے تجویز کرنا ضروری ہوا اور اتفاق سے یہ اسم بھی اس فرقہ کا نام مسلم یا حنیف تجویز کیا گیا اب اس بار

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ یعنی سلم اور حنیف دراصل وہ نام تھے جنہے مسلمانہ بنی حنیفہ کے بنی کے پیروکاروں نے جلتے تھے یا کوئی اور فرقہ تھا جو تو جیسے پرناہیم اور ابراہیم کے مذہب کا پیرو ہو جو اس نام سے مشہور ہو کہ چونکہ بعض عرب بائبل کے رو سے ابراہیم کی بھی نسل تھے؟ اس کا جواب ہم کچھ نہیں دے سکتے اگر ہر مفسر صاحبان سوالوں کا بھی جواب نہ دے سکتے تھے تو الیف لکھتے کیونکہ ہم نے گئے تھے سلم اور حنیفہ کے الفاظ پر ہر مفسر صاحب نے زور دیا ہے جس کے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ سلم اور حنیف دراصل انہیں سے لئے گئے ہیں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلہ کذاب کی ہی نقل کی تھی یہ یوہین نارسیدانی کہ ایک شخص جو نام یوہپ میں علوم عربی اور تاریخ عربی کا فاضل سمجھا جاتا ہے وہ ایسی جہالت تالیف سے دکھاتا ہے جس پر ایک کچھ بھی ہنسے گا۔ لفظ سلم کا استعمال قرآن شریف کی ابتدائی کی سورتوں میں پایا جاتا ہے حالانکہ مسیلہ کذاب فتح مکہ کے بھی بعد ظاہر ہوا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سال پہلے لفظ سلم صبیغہ و اعداء جمع میں مذکور یا مونت تقریباً پچیس دفعہ کی سورتوں میں آیا ہے جن میں سورتیں ایسی ہیں جو متفق طور پر ابتدائی زمانہ کی نازل شدہ مانی گئی ہیں مثلاً حم السجدہ۔ الزخرف۔ والدھر۔ القلم۔ النجم وغیرہ اور یہ وہ زمانہ تھا جب نہ مسیلہ کذاب کو کوئی ہانتا تھا اور نہ ہی اسکے کوئی پیرو تھے بنی حنیفہ کا نام کی ایک عیسائی قوم تھی جنہوں نے ہجرت کے تیس سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد بھیجا اور انہیں میں مسیلہ بھی شامل تھا۔ اس وقت بھی وہ ایک غیر معروف شخص تھا اگر مدینہ سے جب وہ پھرتے مکہ میں واپس آیا تو اس وقت اس نے دعویٰ نبوت کیا اسی وقت ایک دو اور کذاب بھی مدعی نبوت ہوئے تھے کیونکہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان کامیابیوں کو دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شاید دعویٰ نبوت سے ہی آدمی بڑا بن سکتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے انکو ایک دو سال کے عرصہ میں ہی تباہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو اور بھی روشن کر دیا اور دکھا دیا کہ اسکے حضور سے کچھ کہی نصرت تھی ہر اور کہ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذ نامنہ بالیقین ثم لقطنا منہ الوہین بالکل سچا کلام ہے یعنی کوئی شخص جو افتراء علی اللہ کرے اور کہے کہ فلاں وحی خدا کی طرف سے مجھ پر نازل ہوئی ہے حالانکہ اسکا اپنا ہی افتراء ہوا ایسے شخص کو خدا بہت جلدی ہلاک کر دیتا ہے نہ اسکو مہلت دیکھائی ہے اور نہ ہی تابید و نصرت دیکھائی ہے افسوس ہے کہ آج کل مسلمان حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کے سبب اور اس سبب جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے منشاء کے مطابق آپ کے دعوے کی تصدیق کر دی اس آیت کے اس معنوں سے بھی انکار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی ان تمام سفرتوں کو ایک دو سال کے اندر اندر ہی ہلاک کر کے بتا دیا تھا کہ اس آیت کا منشاء واقعی یہی ہے کہ سفرتی کو اللہ تعالیٰ کبھی اتنی مہلت نہیں دیتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی حضرت مسیح موعودؑ نے اس دلیل کو اپنے دعوے کی تصدیق میں پیش کیا کہ میں پچیس سال سے برابر یہ کہہ رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہم پر اپنا کلام نازل فرماتا ہے

یہ ہر مفسر صاحب کی تالیف پر موند ہے کہ مسیلہ کذاب کے نام سلم لکھا ہے مثلاً

پس اگر میں مغتری ہوتا تو خدا تعالیٰ اپنے اس عدسے کے موافق جو آیت لو تقول میں پایا جاتا ہے مجھے کبھی کاہلاک کر دیتا حالانکہ تیری اس محی کا زمانہ پچیس سال یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے بھی گزر گیا ہے پس اب میرا انکار کرنے سے اس آیت کلام مجید کی تکذیب لازم آتی ہے غرضیکہ جب یہ اثبات پیش کی گئیں تو حالانکہ مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ قرآن شریف کے الفاظ کے صاف معنوں کے روئے اور اس امر پر غور کر کے کہ خدا تعالیٰ نے اسی زمانہ میں کیونکر ان الفاظ کی تفسیق کذابوں کے ہلاک کر دی وہ ان باتوں کو تسلیم کرتے انکار پر اور بھی اصرار کیا درحالیکہ اس وقت انکار کرنا جیسے خدا کے کلام کی تہک ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایک بین اور قاطع دلیل کو رد کرنا پڑتا ہے اب میں اس کلام کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ سبیلہ کذاب کا نام تو اس وقت معلوم ہوتا ہے جب کہ بھی فتح ہو چکا اور اس کا دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند ماہ ہی پہلے شروع ہوتا ہے لیکن پروفیسر مارگو لیونوٹھ کہتا ہے کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ سبیلہ سے مسلم کا نام نبی کریم نے لیا ہے یا نہیں کیا اسی تاریخی حوالہ پر لایف لکھنے میٹھ گئے تھے پھر یہ کہنا کہ حذیفہ کا نام بنی حذیفہ سے لیا گیا ہے جو سبیلہ کی قوم تھی اور یہی حماقت کا ثبوت دینا ہے کیا حذیفہ کا لفظ پہلے اخت میں موجود نہ تھا؟ اور بنو حذیفہ کے وفد کے آئیسے توہن پہلے یہ لفظ قرآن شریف میں استعمال ہو چکا تھا یہ میں یورپ کے محقق بنکی باتوں کو ہمارے وہ مسلمان جو وحی اور الہام کے سنکر ہیں وحی اور الہام سے کم نہیں سمجھتے۔

پروفیسر مارگو لیونوٹھ صرف تاریخ سے ہی ناواقف نہیں بلکہ عربی زبان کی لغت بھی وہ ایسا ہی ناواقف ہر چنانچہ لفظ مسلم کی ایک نئی تشریح آپ کو سوجھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ ”لفظ مسلم کے قدرتی معنی و غبار کے میں جب کبھی فرقہ یعنی مسلمانوں کی ہجو لوگوں نے شروع کی تو اس لفظ مسلم کی بنا پر وہ ان سے بدست منہسی کرتے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا لفظ اختیار نہیں کیا کیونکہ یہ بھلا مذاق دکھایا اگر اسکو بعد میں ایک معزز معنی دینے میں بڑی ذہانت دکھائی یہاں پروفیسر صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مسلم کا نام ابتدا ہی میں اختیار کیا گیا تھا کیونکہ جو ابتدا میں ہی شروع ہو گئی تھی ”قدرتی“ معنوں سے یہ عینہ مذکور کی کیا مراد ہے میری سمجھ میں نہیں آیا اگر یہ فرض کر لیا جاوے کہ سارا صحیفہ قدرت تعویذ بنا کر پروفیسر صاحب کے دماغ میں رکھ دیا گیا ہے تو شاید ”قدرتی“ معنوں کے وہ معنی مراد ہوں جو ان کے دماغ نے تراشے ہیں ورنہ اس اصطلاح کی تشریح پروفیسر صاحب خود ہی کہہ کریں تو کریں اور چونکہ انہوں نے لفظ مسلم کے ایک ”قدرتی“ معنی تجویز کر لئے ہیں اسلئے شاید لغت کو بھی نہ انہیں بہر مال نظر میں تھے لہذا لغت کا پیش کرنا خالی از فائدہ نہ ہو گا نیز تاج العروس - لسان العرب کو جو اہل اسلام کی لہجی ہوئی لغت کی کتاب میں دیکھا ہے اور عیسائی مصنفین میں لین پول کی مشہور عربی انگریزی ڈکشنری اور سٹارٹن گاس کی ڈکشنری اور اوقاف المار کو دیکھا ہے گران لفظ مسلم کے معنی و غبار مجھے کہیں نہیں ملے شاید پروفیسر صاحب کو لفظ مسلم کے معنوں سے غلطی لگی ہو جسکی وجہ صرف یہ ہوسکتی ہے کہ عربی زبان کے محاورات سے وہ ناواقف ہوں جب ہم کہتے ہیں اہل فلان فلان تو اس کے معنی ہوتے ہیں فلان شخص سے فلان شخص کو ہلاک ہونیکے لئے چھوڑ دیا۔ اسلئے میں نے اسکو اس شخص کے ہاتھ

میں چھوڑ دیا جو اسے اڑنا یا زخمی کرنا چاہتا تھا اسلام الرحیل یا اسلام البدقہ اس نے اس شخص کو یاد نہیں کچھ بڑا دیا یا اس کی مروءہ کی لیکن اگر اسلام بغیر کسی مفعول کے آجنگا تو اس وقت اسکے معنوں میں ہلاکت و بھیرہ کے لئے چھوڑ دیا نہ گزرا پایا یا بنگا۔ میں پروفیسر کو لپیختہ کو دعویٰ سے کہتا ہوں کہ وہ کسی عربی علم ادب کی کتاب یا کسی لغت سے بغیر مفعول کے اسلام کے لئے ہلاکت کے لئے چھوڑ دینے کے ہرگز نہیں دیکھ سکتے نہ کبھی اہل زبان نے صرف اسلام کو ان معنوں میں استعمال کیا ہے یہ ایک خاص صورت معاورہ کی ہے اس میں بھی یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام کے اصل معنی سپر کر نیچے میں اور جہاں اسلام الرحیل کہتے ہیں تو اس میں اہل زبان نے اپنے معاورہ میں ہلاکت کا خیال غالب کر دیا ہے ورنہ اسلام کے معنوں میں ہلاکت نہیں ہوتی جاتی دیکھو لسان العرب تنج العرب میں لیں پول علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جب ہم کسی فعل سے اسم نائل بناتے ہیں تو اس میں فعل کے کل مفہوم نہیں پائے جلتے بلکہ جن معنوں کے لئے اہل زبان نے اسم نائل کو وضع کیا ہو گا صرف وہی معنی اس میں پائے جائینگے مثلاً اسلام کے معنی بیعت دینے کے بھی ہیں مگر مسلم بھی بیعت دینے والے کو نہیں کہیں گے پروفیسر صاحب کو عربی زبان کی تعلیم دینے کے لئے ابھی کچھ اور واقفیت عربی زبان سے حاصل کرنی چاہیے اور انکو تحریر میں زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیے کیونکہ عوام انکو فاضل عربی سمجھ کر انکی بات کو صحیح مان لیں گے۔

پروفیسر کو لپیختہ کا مقصد کتاب لکھنے میں یہ نہ تھا کہ انگریزی پبلک کے سامنے درست واقعات اسلام کے متعلق پیش کریں بلکہ اصل غرض انکی پختی کو کوئی ایسی ایسی دیکھپ اور عجیب نئی باتیں پیش کریں جو اس کتابوں کی کثرت زمانے میں ناول کا کام دے کر کتاب کی فروخت کو بڑھائیں اور اس مرعا کو انہوں نے حاصل بھی کر لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام اصل میں ایک مخفی سوسائٹی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک پیغمبر تھے جس سے اصطلاح سپر سچو لازم میں ایسا شخص مراد ہے جو روحوں کو بلاتا اور ان سے سوالوں کے جواب پوچھتا ہے اس مضمون میں میرا نشانہ صرف عام طور پر بحث کر دینا ہے اور اسے جس قدر تفصیلات پروفیسر صاحب نے دی ہیں میں اسجگہ انکا جواب نہ دوں گا ہاں مثال کے طور پر میں ایک موقع پر پروفیسر صاحب کی کتاب کا پیش کرتا ہوں جس سے ناظرین یہ قیاس کر نیچے قابل ہو جائینگے کہ کس قسم کے دلائل کو پروفیسر صاحب نے اپنے دعووں کو ثابت کیا ہے البما حطی کی کتاب البیان کا حوالہ دیکر یہ فریبی کتاب میں بلکہ علمی کتاب ہے اور اسکا مصنف عربوں کو مقرر ہے پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نقاب اوڑھے رہا کرتے تھے اور اسکا اس دعوے کے ثبوت میں کہ اسلام ایک مخفی سوسائٹی تھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں پروفیسر صاحب نے شاید بہت تکلیف کو ایسا موقع نشان لگا دیا اور اب جب انکو معلوم ہو گا کہ عربی الفاظ کے معنی صحیح نہ سمجھتے ہیں یہ انکو غلطی لگی ہے تو شاید انکو پڑا حسد بکھیرنے کے باعث انکی کتاب البیان کے اس مقام پر نیز انکا حوالہ پروفیسر صاحب نے کیا اصل عبارت یہ ہے لا الفتان من سبھا الذکر

مترجم میں اللہ تبارک و تعالیٰ ایک خاص فضل کا ذکر کرنا چاہتا ہوں حضرت مولوی وزالدین صاحب کے وجود بابرکت سے جہاں اور ریڑی بڑی

والدین علی ذلک والشاہد الصادق والچیۃ القاطعة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لایکادیرے
 الاہمقناعا یعنی قناع سرداروں اور بڑے بڑے لوگوں کی نشانی ہے اور اسپر ویل اور شاہد صادق اور حجت قاطع یہ ہے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مفتوح دیکھے جاتے تھے (البیان جلد ۲ صفحہ ۶۹) اس عبارت میں پروفیسر مارگو لیوٹھ نے
 لفظ قناع سے مراد چہرے کا نقاب لیا ہے اور مفتوح سے یہ مراد لیا ہے کہ آپ چہرے پر ہمیشہ نقاب اوڑھے رہا کرتے تھے
 یا تو یہ انکو غلطی لگی ہے اور انہوں نے قناع اور مفتوح کے معنوں کی تحقیقات نہیں کی اور یہ بہت قابل افسوس امر ہے کہ ایک شخص
 پروفیسر عربی ہو کر دنیا میں ایک کتاب شائع کرتا ہے اور احتیاط اور تحقیق سے کام نہیں لیتا یا اگر انکو اس لفظ کے معنی معلوم تھے
 تو انہوں نے عداوت و حسود کا دیباہ جو اور بھی زیادہ قابل افسوس بات ہے پروفیسر صاحب اگر عبارت مذکور بالا کے سیاق و سباق
 کو ہی دیکھتے تو ایسی غلطی کے مرتکب نہ ہوتے کیونکہ صاحب کتاب لکھتا ہے کہ قناع سرداروں اور بڑے بڑے لوگوں کی
 نشانی ہے اب اگر ایک شخص کا سر حرا یا ہوانہ ہو تو وہ سمجھ لیگا کہ چہرے پر نقاب ڈالکر باہر نکلنا تو بڑے آدمیوں کی نشانی کسی
 ملک میں کبھی نہیں ہوتی ممکن ہے کہ البیان کے اس طرز بیان سے آپ کو دھوکا لگا ہو کہ لٹریٹور میں جو لوگ مفتوح ہوتے
 تھے انکے پہچاننے کے لئے کسی علامت کی ضرورت ہوتی تھی اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک ٹوکر دو غبار کی وجہ سے عامہ
 کے ایک حصہ کو سننے کے آگے سے وہ ایسی صورت میں پیدیا کرتے تھے جس سے سانس کے ساتھ بہت گرد و غبار اندر نہ جاوے
 اور دوسرا یہ کہ خود جنگ کا موقع ایسا ہوتا ہے کہ وہاں شناخت مشکل ہوتی ہے ایک فاصلہ زیادہ اور دوسرا جنگ کا گھمسان
 یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جاحظ نے عامہ کے ذکر میں قناع کا ذکر کیا ہے حالانکہ اگر قناع سے مراد نقاب ہوتی
 تو عورتوں کے لباسوں میں اسکا ذکر آتا پروفیسر صاحب کے زیادہ اطمینان کے لئے میں نیچے لغت کے حوالوں لکھتا ہوں کہ قناع کیا ہوا
 مجمع بحار الانوار میں لفظ قناع کے نیچے یہ عبارت ہے: وفي حديث الهجرة هذا رسول الله مقبلاً مقنناً ای المقی علی راسہ
 اذا راد دفع الحی یعنی مفتوح سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ایک کپڑا گرمی کے روکنے کے لئے سر پر ڈالا تھا اور پھر آگے چلے گئے کہ کان الدینی
 صلی اللہ علیہ وسلم یكثر الدهن (اسمہ ویکثر القناع) کا نہ ثوب زیلت الدهن (والقناع ما تنقع المرأة راسها) یعنی بیکثر

بقیہ حاشیہ لا بڑی بڑی رکات لوگوں کو حاصل ہوتی ہیں مذہب پر لکھنے والا اس برکت کو خاص طور پر محسوس کرتا ہے کہ نہر
 وقت کے وقت صرف وہ آپ کے علوم اور وسیع تحقیقات سے ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ بلکہ ہر ایک قسم کی کتاب جو کسی بڑے بڑے کتاب
 میں ملتی ہوگی یہاں فی الفور ملجاتی ہے رانم مضمون حضرت مولانا موصوف کے ان اصناف اور بات سے مستفید ہو کر اپنے دل میں انکی
 لئے دعا کے واسطے جوش پاتا ہے اور میں اس بات کا ذکر اس لئے اس جگہ کرتا ہوں کہ اگر ان مضامین کے پڑھنے والوں کے دلوں
 میں بھی کبھی جوش و عابد ہو تو وہ حضرت مولانا موصوف کے لئے بھی مزید دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور صحت میں بھی
 برکت دے اور اپنے سچے مذاہب اور پاک سلسلہ کی خدمت کا کام مدت تک ان سے ہے۔ منہ

اتخاذ القناع عند التمدھن ليحفظ العمامتہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کو اکثر تیل لگاتے تھے اور قناع کا استعمال بھی اکثر کرتے تھے گویا کہ وہ تیل بیچنے والے کا کپڑا تھا اور قناع وہ کپڑا ہے جو عورت سر پر اوڑھتی ہے (مطلب اس کا یہ ہے کہ تیل لگا کر اکثر قناع اوڑھ لیا کرتے تھے تاکہ کپڑی تیل کو کچھ رہے اور پھر ہے القناع خرقۃ یلقی علی المراس بعد استعمال المدھن لئلا یتسخم العملۃ شہدۃ قناع المراتۃ یعنی قناع ایک کپڑا ہے جو تیل کے استعمال کے بعد سر پر ڈال لیا جاتا ہے تاکہ کپڑی میلی نہ ہو اور اسکو عورت کے قناع کیساتھ تشبیہ دی ہے ان تمام روایات اور تشریحوں سے نایت ہے کہ قناع سر پر ڈالنے کا کپڑا تھا نہ چہرے کا نقاب اور اسکی غرض پکڑی کوتیل سے بچاؤ تھی یا گرمی وغیرہ کو روکنے کی ایسا ہی مجمع سجاد الانوار میں قناع کو طبلہ سانک مشابہت دی ہے اور لیں صاحب اپنی دکنشری میں طبلہ سانک کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک کپڑا ہوتا ہے جو سر سے دونوں کندھوں پر ڈالا جاتا ہے اور پھر لکھتے ہیں کہ آج کل بھی عربی ممالک میں علماء و فضلاء اسکو خاص طور پر پہنتے ہیں پس اگر پروفیسر صاحب کا شک کسی طرح رفع نہ ہوتا ہو تو وہ مصر یا شام میں چلا کر دیکھ لیں کہ آیا وہاں علما نقاب پہنتے ہیں یا قناع کسی اور چیز کا نام ہے ایسی ہی تشریح لسان العرب میں قناع کی دی ہے اور لکھا ہے کہ منفع بالحدید اس شخص کو کہتے ہیں جو سر پر چڑھنے سے ہوتا ہے کیونکہ قناع کا نظام سر ہی ہے اور لیبید کا پشعر نقل کیا ہے فی کل یوم ہاستی مقدر عتۃ قانعة ولکن منفعۃ یعنی ہر روز میری کھوپری پر چڑھ لگتی ہیں وہ صابر ہو اور اسپر کوئی خود نہیں تاج العروس اور اقرب الموار میں بھی یہی تشریح قناع اور منفع کی کی ہے مگر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بھی کافی سے بڑھ کر ہے اب بھی اگر پروفیسر گولیونڈ صاحب نہ سمجھیں تو یہ انکی کھوپری کا قصور ہے۔

یہ مثالیں کافی طور پر اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ پروفیسر گولیونڈ صاحب کی علمی قابلیت افتخار بخدا کی کس پایہ کی ہے اور سی قسم کے دعووں پر پروفیسر صاحب کے سارے لغو خیالات کی بنیاد ہے تاریخی طور پر یہ کتاب کسی قابل نہیں اور سیور کے بہت کم پایہ کی ہے ہاں عیسائی صاحبان کے لئے اگر اس میں کچھ سچی ہے تو صرف یہ کہ اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے نبی کے سپر سچوٹس واسطہ قرار دیا ہے اور اسلام کو مخفی سرائی کہا ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دار قرار دیا ہے بلکہ پروفیسر صاحب کے نزدیک ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لوگوں کو مسلمان بنانا تھا اور آنحضرت دعوت نہ کرتے تھے چنانچہ وہ صاف الفاظ میں لکھتا ہے کہ دعوت کرنا اور میرے بننے کا کام ابوبکر ہی کیا کرتے تھے اور کہ سلسلہ انہوں نے ہی شروع کیا لیکن جب ان عوفیوں کو ثابت کرنے کے لئے مثلاً انکی ضرورت پڑی جسے یہ ثابت ہو کہ واقعی حضرت ابوبکر ہی سلسلہ کے قائم کرینوالے تھے نہ حضرت رسالت پنا صلی اللہ علیہ وسلم تو پروفیسر صاحب کی بیہودگی اور انکا جھوٹ خود کھل گیا اور انکو ماننا پڑا کہ ایک ہی واقعہ سوانہوں نے سارے نتائج نکال دیے ہیں اور اسی پر انہوں نے اپنے لغو دعووں کی کل عمارت بنا لی ہے اور اس ایک واقعہ سے بھی اس سے بڑھ کر کچھ ثبات نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک شخص کو اسلام قبول کر لینے کی دعوت کی پھر اسکو بعد لکھتے ہیں کہ اس سازش میں کیلئے حضرت ابوبکرؓ شامل نہ تھے بلکہ حضرت سازشی بلال رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ حضرت عمرؓ نے انکی نسبت کیا کہ بلالؓ اسلام کا تیسرا حصہ ہے حضرت عمرؓ کے ان صاف الفاظ

جنگ کھلا کھلا منشا یہ پایا جاتا ہے کہ اسلام قبول کرنے میں ہلال شمس آدمی تھا تو ٹمروٹ کر پروفیسر کو لہو تھانے سے نکالنا چاہتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی علم تھا کہ اس سازش میں میسر سازشی ہلال ہے اگر یہی طریق سے کر نیکا درست ہو تو پھر پروفیسر صاحب کو اختیار ہے کہ جن الفاظ سے جوئے چاہیں نکالیں۔

یہ خیال کہ مسلمانوں کی سوسائٹی ابتدا میں ایک مخفی سوسائٹی تھی ایسا غلو ہے کہ کوئی سمجھ دار آدمی خواہ وہ دشمن اسلام ہی کیوں نہ ہو ایک لمحہ کیلئے بھی اسے صحیح تسلیم نہیں کر سکتا مخفی سوسائٹیوں کی ایک سوٹی شمال ہمارے زمانہ میں فری سینوں کی سوسائٹی ہے جو مدت سے چلی آتی ہے شاید بہت کم لوگ ہوں گے جو اس بات کو واقف نہ ہوں کہ اس سوسائٹی میں لوگ کس طرح داخل کئے جاتے ہیں اور پھر وہ آسانی سے اسلامی تاریخ کو پڑھ کر یہ متفکر کر سکتے ہیں کہ آیا اسلام میں لوگ اسی طرح داخل کئے جاتے تھے مخفی سوسائٹیوں کا سب سے ضروری اصول یہ ہے کہ ان لوگوں کو جو ابھی داخل نہیں ہوئے اپنے اصول سے اطلاع نہ دیا جائے اگر کسی سوسائٹی میں یہ بات نہیں پائی جاتی تو اسکو مخفی کہنا حاکمیت ہے اب اگر اسلام کی ابتدائی حالت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نہ صرف کسی مسلمان سے شریعت سے لیکر آخر تک کبھی یہ اذکار نہیں لیا گیا کہ وہ اصول اسلام کو کفار پر ظاہر نہ کرے بلکہ وہ اسلام میں داخل ہوتے ہی یہ بھی اپنا فرض سمجھتا تھا کہ اپنے پاک اصول کی تبلیغ کفار کو بھی کرے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توجہ کی طرف لوگوں کو دلاتے اور بندہ ہستی کی کھلے کھلے الفاظ میں ممت کرتے تھے قرآن شریف کی ہر ایک آیت جیسے جیسے نازل ہوتی تھی سچا دشمنوں اور دوستوں کے اندر مشنیز کجانی تھی بلکہ اسلام کو ہی یہ فخر حاصل ہو کہ اسکی کتاب کا لفظ لفظ ابتداء سے اور ساتھ ساتھ ہی مسلمانوں اور کافروں کے درمیان شتہر ہو جاتا تھا ایک سوٹی سمجھ کا آدمی بھی خیال کر سکتا ہے کہ اگر اسلام ایک مخفی سوسائٹی ہوتی تو ابتدا میں جو تکالیف مسلمانوں کو دیکھائی دیتیں۔ جب کفار کو انکے اصول ہی معلوم نہ تھے اور نتیجہ میں تھا کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے تو انکا سر حکم پایا تھا جو وہ بیوجہ مسلمانوں کو دکھ دیتے اور گھروس نکالتے جس رسول کو پہلا حکم ہی ہوتا ہے کہ قم فاندز یعنی اٹھو اور کفار کو آئینہ لے عذاب و ڈراؤ وہ اس پیغام کو مخفی رکھ کر کہیں اپنے فریض کو پورا کر سکتا تھا ہاں کفار یہ چاہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدائنت کا پسو اختیار کریں اور انکے بول کی مذمت پسند نہ دیں تودہ بھی چپکے چپکے دوا لوتدھن میں ہون۔ (انظم کہ ضلے تعالیٰ کو یہ بات منظور نہ تھی اور حکم ہوا کہ انکی بات کو نہ مانو بلکہ جو احکام منہاری طرف بھیجے جلتے ہیں انکو بھاڑ بھاڑ کر بیان کرو مگر اصول اسلام پہلے ہی مخفی رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ دوا لوتدھن مانن نہ فرمایا یہ آیات بالاتفاق انہدائی زمانہ نزول حیح کی ہیں جس حکما بت ہوتا ہے کہ اسلام میں کبھی بھی اخفا کا رنگ نہیں پایا پروفیسر کو لہو تھانے سے نہیں بتایا کہ مخفی سوسائٹی کے بنانے کی غرض کیا تھی کیا اس سوسائٹی کا یہ منشا تھا کہ قریش کی طاقت کو توڑ کر ایک نئی حکومت قائم کی جائے کہ کیونکہ مخفی سوسائٹیوں کی کوئی مذکوئی پولیٹیکل غرض ضرور ہوتی ہے اگر یہی غرض تھی تو بت کے دورہ کر نیکو بڑا کہوں اٹھایا گیا کہ چونکہ اس سے تو اس غرض کے حاصل کرنے میں بھلے درملنے کے مشکلات پیدا ہوتی تھیں وہ پاکیزگی جس کے حاصل کرنے کے لئے قرآن شریف بار بار وعدہ دیتا ہے اسکو مخفی سوسائٹی سے کچھ تعلق نہ ہو سکتا تھا قرآن شریف

ابتداء سے ہی اسی بات پر زور دے رہا تھا کہ آنحضرتؐ دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے ہیں مگر اصلاح کرنا اسے کامیاب بنانا ہے کب حاصل ہو سکتا ہے آخر ایک بات کر نیکی لئے انسان کو اسکی پیش بھی دیکھنی چاہیے جبکہ اعلان اسلام نے دنیا میں کیا ہے دوسرے کسی مذہب نے نہیں کیا اسکی کتاب گھروں میں اور مجلسوں میں باؤا دلہند پر بھی جاتی اور بچہ ناک کے لئے بالائے قوت بھی اپنے اصول کا اعلان ہی کیا جاتا اسفند اعلان کے ہوتے ہوئے جو شخص اخفا کو اسلام کی طرف منسوب کرتا ہے اسکی چال کتنا پڑتا ہے آج بھی اسلام میں ایک مصلح موجود ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کس طرح باؤا دلہند لوگوں کو خن کی طرف بلاتا ہے اگر اسلام کی ابتدا اخفا کے رنگ میں ہوتی تو ضرور تھا کہ اسیں مصلح بھی ایسے ہی پیدا ہوتے علاوہ ازیں جو مصائب صحابہؓ نے برداشت کی ہیں اور جو قربانیاں انہوں نے مذہب کی خاطر کیں اور جو استقلال اور صبر انہوں نے دکھایا ایک مخفی سواٹی میں یہ باتیں ہرگز نہیں مگر ایک لغو خیال کی تائید کے لئے پروفیسر صاحب کو ایک اور لغو خیال پیش کرنا پڑا ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بابت ایک سپر پچوٹسٹ واسطہ تھے یہ دونوں خیال ایسے ہیں کہ ایک کے جھوٹا ثابت ہوئیے دوسرا خود ہی جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے مگر میں انکے اس دوسرے خیال کی کسی قدر تشریح الگ بھی ضروری سمجھتا ہوں اس دوسرے خیال کی تائید میں پروفیسر صاحب نین باتیں پیش کرتے ہیں یعنی چہرے پر نقاب ڈالنا جسکی حقیقت میں اوپر بیان کر چکا ہوں خلوت کو پسند کرنا اور نزول وحی کی کثرت ایک خاص حالت کا طاری ہونا خلوت پسندی کے متعلق میں مختصر گویہ کہنا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام کے شروع کر نیکی لئے خلوت کو پسند کیا بلکہ آپؐ نظر نا ہی تنہائی پسند تھے بلکہ کپن کے زمانے میں آپ کو بچوں کے ساتھ لکڑ کھیلنے کا شوق نہ تھا۔ جوانی میں بھی آپؐ لغو مجلسوں میں شریک نہ ہوتے اور نزول وحی سے بہت مدت پہلے آپ کی یہ عادت تھی کہ آپ ایک مہینہ ہر سال میں گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر خدا سے تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے اب اگر وہ لوگ جو سپر پچوٹسٹ کے دائرے کے اندر واسطہ یا وسیلہ کہلاتے ہیں وہ بھی اپنا کام خلوت میں ہی کرتے ہیں تو اس سے نتیجہ نکالنا کہ ہر ایک خلوت پسند آدمی ایسا ہی ہوتا ہے پروفیسر صاحب کا خاص منطق ہے انبیاء علیہم السلام ایسے وقت میں مبعوث ہوتے ہیں جو ناپاکیوں اور غفلتوں اور گناہوں کے میلاب کا وقت ہوتا ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ابتداء سے ہی پاک ہیں اور دنیا کے کسی گند میں ٹوٹ نہ ہوں اسلئے انکو فطرت ہی ایسی دیتا ہے کہ وہ ناپاک آدمی کی صحبت سے کن رکھتے ہیں اور انکی طبیعت ہی خلوت پسند بنائی جاتی ہے شلأعرب کی حالت کو دیکھو کہ کس قسم کے ذلیل انکے عقیدے اور کس قسم کی گندی انکی کارروایاں تھیں اور اخلاقی اور تمدنی قوانین سے وہ ایسے نا آشنا تھے جیسے کسی جنگل کے وحشی اسلئے وہ پاک اور مقدس انسان جبکہ خدا نے ابتدا ہی سے پاک بنایا تھا ان لوگوں کیساتھ نہ مل سکتا تھا بلکہ جب آپؐ انکے درمیان کاروبار بھی کرتے تھے تو آپ کی روح کو انکے ساتھ کچھ تعلق نہ ہوتا تھا آپؐ ان وحشی اور خونخوار بت پرستوں کے درمیان ایسے تھے جیسے انسانہ نہیں فرشتہ ہیں یہ ناممکن تھا کہ آپؐ انکے ساتھ مل سکتے علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام شہرت پسند نہیں ہوتے اور یہ اسلئے ہوتا ہے کہ ناپاک لوگوں کو اس اعتراض کا موقع نہ ملے کہ وہ ایک جاہ طلب اور شہرت پسند انسان ہے جس نے یہی ایک ذریعہ شہرت حاصل کر لیا سوچ لیا ہے انکے لئے اپنے گوشہ

خلوت سے باہر نکلنا سب زیادہ مشکل ہوتا ہے گو اپنے مولیٰ کی رضا کے لئے اور اسکی فرمانبرداری میں اپنی تمام خواہشات کو چھوڑ کر اسی کے احکام کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ یہی حالت ہماری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی جیسا کہ متواتر روایات سے معلوم ہوتا ہے اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے مامور اور نبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں بلکہ ایک عرصہ دراز تک جنگ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ لوگوں سے بیعت تو یہ لیں آپ کو کسی کو کچھ سرور کا نہ تھا اور سالہا سال تک گوشہ خلوت سے باہر نہیں نکلے یہی سنت قدیم سے بیاں کی گئی آئی ہے مگر اندھا مخالف ہر خوبی کی بات پر نکتہ چینی کرتا ہے اور خوبی کا اعتراف کر لینی جب اسے اسی فکر میں لگا رہتا ہے کہ اس خوبی کو کسی نہ کسی طرح عیسے کے رنگ میں دینا کے سلسلے میں کرے گرنہ بیندہ روز پشیم - چشمہ آفتاب را چہ گاہ والا معلوم ہے۔

سپر سچو کلام کے واقعات ایسی باتیں نہیں جو آج مغربی ممالک میں دریافت کی گئی ہوں بلکہ مشرقی ممالک میں بھی ہمیشہ ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں لیکن مذہب اسلام نے ان باتوں کی کوئی تائید نہیں کی خود عرب میں اسلام کے ظہور کے وقت اسی قسم کے لوگ موجود تھے جنکو کاہن کہتے تھے جو آج کل کے سپر سچو کلاموں کی طرح یہ سمجھتے تھے کہ جنات یا روجیں انکے تابع ہیں جو ہر چھپی ہوئی چیز میں ظاہر کرتی ہیں اور اسی طرح ہر وہ لوگوں کے سواروں کا جواب دیتے تھے جس طرح ہر آج کل روجیں حاضر کی جاتی ہیں اسی کے مشابہ ان لوگوں کے حالات تھے اگرچہ تفصیلات میں کسی قدر فرق آگیا ہو مگر اصولاً یہ کاہن لوگ گویا اس زمانہ اور ملک کے سپر سچو کلام ہی تھے اسلام نے ان باتوں کو پسند نہیں کیا بلکہ جہاں دوسری بیویوں کو جڑھ سے اکھاڑا ساتھ ہی کہانت کو بھی باطل کیا اور اسکا نام و نشان مٹا دیا پس اسلام سپر سچو کلام کی قسم نہیں بلکہ سپر سچو کلام یا کہانت کو باطل کر دینا ہے اور یہ پروفیسر مارکولویٹھ کی ناواقفیت سے جو وہ اسلام کو سپر سچو کلام سے مشابہت دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ منہ منہ و خور حاضر کر دیتا ہے۔

اب ان حالات پر غور کرو چلیجے روجوں کو حاضر کیا جاتا ہے اور پھر انکا نبی کی حالت وحی سے مقابلہ کرو تو معلوم ہوگا کہ پروفیسر صاحب نے ایک دوسرے کیساتھ مشابہت نہیں سخت غلطی کھائی ہے یا سخت دہوکا دینا چاہتا ہے روجوں کے حاضر کرنے میں تمام تکلف اور بناوٹ سے کام لیا جاتا ہے اور طرح طرح کی تیاری کی جاتی ہے اس مکان میں جہیں یہ تماشا ہوتا ہوتا یہی کاہن ضروری ہے کثرات کی وقت یکام کیا جاتا ہے اور سب کی تہی استعداد نہچے کی جاتی ہے کہ کسی چیز پر صاف نظر نہ پڑ سکے بلکہ تمام چیزیں دھندلی دھندلی نظر آئیں پھر ایک عالم خاموشی ہوتا ہے اور حاضر کر دینا اپنے آپ پر یا شاید بزرگ سمریم دوسروں پر ایک حالت ربودگی کی طاری کرنی چاہتا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عورتیں اور جلد متاثر ہوئی طبیعتیں ان روجوں کو جلدی دیکھ سکتی ہیں بہت دور کے ایسے موقع پر پوری تحقیقات کر لیا کوئی ہمارے نہیں ہوتا اور اکثر حالتوں میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ فریب ہوا دھوکے سے ایسے موقع پر زیادہ کام لیا جاتا ہے اور بہت صورتوں میں جرح کا حاضر ہونا محض ایک سازش بنت ہوئی ہے اب کوئی شخص انصاف کو نظر رکھ کر غور کرے کہ ان حالتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت وحی سے کیا مشابہت ہے کیا ایک بھی ایسی روایت خواہ وہ ضعیف ہی ہو جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت وحی کے آئینے پہلے ایک سر میں چند دیووں کو لیکر بیٹھ جایا کرتے تھے پھر وہاں تاریکی کی جاتی تھی اور سب چپ چاپ وحی کے آئینے نظر ہتے تھے پھر

اگر ان میں کو ایک بھی بات ثابت نہیں بلکہ برعکس سکے یہ ثابت ہے کہ وحی کے نزول کا نہ کوئی خاص وقت مقرر تھا۔
 نہ کوئی خاص حالت بلکہ حالت میں نزول جی ہوا یا کوئی ناخوشگوار حالت بھری مجلسوں میں بیٹھے ہوئے کسی جیسے در بیان ہر طرح
 کے لوگ ہوتے تھے تو اس رُوح کوئی سے پروردگار صاحب کیا حاصل تھا کہ وحی کی حالت معجونی حاضر کر مکی حالت کی مشابہتی۔
 اس میں کچھ شک نہیں کہ سپر سچو ٹسٹ سے اپنے اندر وہ ربودگی کی حالت پیدا کرنا چاہتے ہیں جو نبی پر نزول
 وحی کی وقت سنجاب اللہ طاری ہو جاتی ہے خدا کے فضلوں میں سے جو اس سلسلہ میں شامل ہوئی ہیں ہم لوگوں کو حاصل ہو کر ہیں
 ایک یہ بر فضل ہے کہ آج ایسے امور کے لکھنے کے لئے ہیں انھوں نے کام نہیں لینا پڑتا بلکہ ان حالات کو ہم کشیم خود حضرت مسیح موعودؑ
 کی ذات میں مشاہدہ کر رہے ہیں کوئی شخص اس سلسلہ میں شامل نہیں۔ موعود سے اس مضمون پر علم نہیں اٹھا سکتا کیونکہ وہ خود
 اس بات کے بے خبر ہے کہ نزول وحی کس طرح ہوتا ہے جاننا چاہئے کہ نزول وحی کی وقت عموماً انبیاء پر ایک حالت ربودگی کی طاری ہو
 جاتی ہے اگرچہ بعض وقت علین بیداری میں بھی نزول وحی یا مکاشفہ ہو جاتا ہے اس ربودگی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ
 کا کلام پاک دوسرے عالم سے آتا ہے اس لئے جن تک اس طرف سے انقطاع کلی کر کے دوسرے عالم میں انسان اپنے آپ کو نہ
 پائے اس وقت تک وہ دوسرے عالم کی حالت کو مشاہدہ بھی نہیں کر سکتا مگر یہ ربودگی کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ وہ معمولی اسباب
 میں سے کسی سبب کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتی بلکہ کیا کہ یہ حالت آتی ہے کہ جب نزول وحی ہو جاتا ہے تو پھر خود ہی حالت
 جاتی رہتی ہے اب کسی سپر سچو ٹسٹ سے یہ پوچھ کر دیکھ لو کہ آیا اس پر حالت ربودگی خود بخود طاری ہوتی ہے؟ اس کا جواب نفی
 میں ملے گا وہ حالت ربودگی خود اپنے ادب پر لانا چاہئے میں اور یہ انکی طرف سے ملاقات روح کے لئے ایک قسم کی تیاری ہوتی ہے
 گہری پر حالت ربودگی خود بخود طاری ہوتی ہے۔

صرف ایک ظاہری مشابہت کو دیکھ کر ایک نتیجہ قائم کر لینا اور اصل واقعات کی نہ تک نہ پہنچنا عقلمند آدمی کا کام نہیں
 اس طرح سے تو ایک شخص جھوٹے اور سچے میرے کی چمک کی مشابہت کی بنا پر دونوں کو یکساں کہہ سکتا ہے اور پھر تفسیر مارگو لیو تھ
 کی طرح اس بات کے دریافت کر لینے پر فخر کر سکتا ہے ایک ظاہری مشابہت کا بیان کر دینا کوئی فخر نہیں بلکہ انسان کی دانشمندی اس
 سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ ظاہر والے سے دھوکا نہیں کھاتا بلکہ ایک ظاہر مشابہت کو دیکھ کر اور معلوم کر کے پھر ایک بات کی حقیقت
 کو پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ دریافت کرتا ہے کہ وہ کون سے امتیازی نشان ہیں جو سچے اور جھوٹے میں فرق کو ظاہر کر سکتے
 ہیں پس اگر کوئی مشابہت ظاہر میں تھی بھی تو پروردگار صاحب کا فرض تھا کہ وہ یہ دکھائے کہ کوئی ایسا امتیازی نشان نہیں
 جس کو ایک نبی اور سپر سچو ٹسٹ میں فرق ہو سکے دیکھنے اور غور کر کے قابل امتیازی نشان ہیں نہ ظاہری مشابہتیں سو
 پہلا امتیازی نشان یہ ہے کہ سپر سچو ٹسٹ بہت سی محنت اور سردردی کے بعد جن باتوں کو حاصل کرتا ہے۔ وہ محض
 لغو باتیں اور بچوں کا کھیل ہوتی ہیں اور کوئی مسخیرہ آدمی ان کے دریافت کر نیکی لئے اپنا وقت ضائع کرنا پسند نہیں کریگا۔
 دوسری بات کہ دروازہ کا کھٹکھٹانا یا میزوں کا الٹنا یا اور لغو باتیں جو سپر سچو ٹسٹ کا فخر ہیں کونسی حکمت کی باتیں ہیں اور

یا کوئی انسانی ترقی کے راہ میں پائے جلتے ہیں یا کس طرح سے اخلاقی یا روحانی ترقی حاصل ہو سکتی ہے یہ سب محض بیکاری کے شغل ہیں اور انسانی ترقی کی راہ میں روکیں ہیں اسی لئے سپر سچو ٹسٹوں میں دوسروں سے بڑھ کر ہم کوئی بات ایسی نہیں پڑے جو نخر انسانیت ہو بلکہ اکثر اوقات انکی اخلاقی حالتیں معمولی انسانوں سے بھی گری ہوئی ہوتی ہیں اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جتنے لوگ بیڈیم کہلاتے ہیں یعنی روحوں کے حاضر کرنا کام کرتے ہیں انہیں سے ایک بھی ایسا آدمی ثابت نہیں ہوا جو کسی نہ کسی موقع پر دھوکے یا سازش کا مرکب ثابت نہ ہو اور علاوہ انہیں جو اطلاع اس طرح حاصل کی جاتی ہے وہ اکثر اس قدر ہوتی ہے کہ فلاں شخص کو اپنی زندگی میں فلاں موقع پیش آیا تھا حالانکہ اس بات کا علم اور کسی طرح بھی حاصل ہو سکتا ہے اب ان فضول اذیتیں پیغاموں کا مقابلہ انہیں کی تعلیم سے کرو جس کی غرض نہ کہ یہ نفس اور ترقی معوج ہوتی ہے اور وہ بار بار اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ لوگ اخلاقی ترقی کریں۔ اور پاکیزگی کی راہوں پر چلیں بلکہ وہ اپنے پیروں کو ان پاکیزگی کی راہوں میں چلا کر بھی دکھا دیتے ہیں وہ نفوس کا تزکیہ اور تطہیر کرتے ہیں حالانکہ سپر سچو کلام بجاے فائدہ کے نقصان پہنچاتا ہے ہاں اگر پروفیسر صاحب کوئی ایسا سپر سچو ٹسٹ ہیں دکھادیں جو تزکیہ اور تطہیر نفوس کا دعویٰ کرنا ہو تو میں مان لوں گا کہ ایک نبی اور ایک سپر سچو ٹسٹ کے پیغام میں کچھ فرق نہیں مگر کیا کوئی ایسا سپر سچو ٹسٹ ہے جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسکو جو پیغام روحوں کے ذریعہ ملتا ہے انکی غرض یہ کہ لوگ ناپاکی کی راہوں کو چھوڑ کر پاکیزگی اختیار کریں بلکہ جو شخص دنیا میں اصلاح کرنی چاہتا ہے خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی وہ سپر سچو ٹسٹ کا پیشہ بھی اختیار نہیں کر سکتا کیونکہ یہ باتیں اصلاح کی باتیں نہیں بلکہ اسکی سدا میں قرآن شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے کی اصل غرض کو بار بار ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے **هَوَ الَّذِیْ بَعَثَنِیْ الْاٰمِیْنِ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ لَیْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِہٖ دِیْنِہِمْ وَ یُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ** دان کا واسن قبل اھی ضلل میںین یعنی خدا نے امی لوگوں کو دھماں جو پہلے سخت گمراہی اور جہالت کی راہوں میں پھنسے ہوئے تھے انہیں رسول کو اسلئے بھیجا ہے کہ تادہ اسکی پاک آیتیں انکو پھر سناوے اور انکو ہر قسم کی گندگی سے خواہ وہ عقیدہ کی گندگی ہو اور خواہ عمل کی پاک صاف کرے اور انکو حکمت کی باتیں اور کتاب سکھاوے پروفیسر صاحب اس سپر سچو ٹسٹ کا نام اور پتہ بتاویں جس نے یہی بات کہی ہو۔

دوسرا امتیازی نشان وہ سرخٹ ہے جس سے بنی کو بات پہنچتی ہے سپر سچو ٹسٹ کبھی یہ نہیں کہتا کہ اسے خدا کی طرف سے پیغام ملا ہے حالانکہ نبی اپنی ہر ایک وحی کا سرخٹہ اللہ تعالیٰ کو ہی بیان کرتا ہے جھوٹی سی بات نہیں اگر واقعی نبی اور سپر سچو ٹسٹ میں کوئی فرق نہ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک نبی اپنی ہر ایک کلام کا سرخٹہ اللہ تعالیٰ کو بتا دے اور دوسرے کو کبھی یہ جرات بھی نہ ہو کہ وہ کہہ سکے کہ اسکو خدا کی طرف سے فلاں پیغام یا جواب ملا ہے اور یہ فرق صرف عموماً میں ہی نہیں بلکہ ان دونوں کے کلام میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے جو اس کلام کے سرخٹہ کو فرق کو ظاہر کرتا ہے ایک کے کلام میں اللہ تعالیٰ کی جبروت اور اسکی طاقت اور عظمت کا ذکر ٹیکو پڑا سکے جسم اور بدوں پر اسکے غضب کا ذکر پایا جاتا ہے تو دوسرے کے کلام ان باتوں سے قطعاً خالی ہے نہ وہ نبی کی طرح نبی کی طرف بلاتا اور نیک راہوں پر چلنے کی ترغیب دیتا ہر آدمی کو ڈرانا اور خدا کی نافرمانی کی راہوں سے ہٹانا ہے نہ دعاؤں کی قبولیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھے جواب ملنے کا وعدہ کرتا ہے انفس میں کہ یہ لوگ جو بڑے منطقی ہو نہ کیا دعویٰ کرتے ہیں کبھی غور نہیں کرتے کہ جو ٹپ بنی کے دل میں پیدا ہوتی ہے کہ لوگ راہ راست پر چلا جائیں

نیک نہیں اور دیوں کو چھوڑیں وہ کہاں آتی ہے اسکو کیا ضرورت ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں طرح طرح کے مصائب اٹھاتا اور لوگوں کو حق کی طرف بلائے اور اصلاح خلق کا پیش اس کے دل میں کہاں پیدا ہوتا ہے اگر وہ محض سپر کچرکسٹ ہوتا تو یقیناً ان باتوں میں سے کوئی بات اس کے دل میں نہ پائی جاتی بلکہ جس طرح سپر کچرکسٹ ایک بیماری کا مشغلہ ہے نہت بھی ایک کھیل ہی ہوتی ہیں حیران ہوں کہ جو لوگ بڑے بڑے علمیت کے دعوے کرتے ہیں موٹی بات انکو سمجھ کیوں نہیں آتی۔

گمان کے علاوہ ایک تیسرا امتیازی نشان ایسا پایا جاتا ہے جس سے موٹی سے موٹی سمجھ والا آدمی بھی انکار میں کر سکتا اور وہ یہ ہے کہ نبی کے کلام میں غیب کی وہ خبریں پائی جاتی ہیں جن پر انسان قادر نہیں ہو سکتا یہ وہ بات ہے جس سے قطعی شہادت ایک شخص کے بنجانے اور نبی کی طبیعت ہے یعنی اظہار غیب اور حقد سحرات میں ان کے ساتھ دوسرے لوگ ایک گونہ مشابہت پیدا کر لیتے ہیں مثلاً بعض سحرات ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے ملتے جلتے پھٹکنے کی پائے جاتے ہیں اور جو شہادت ان کے متعلق ہوتی ہے وہ بھی ہر قسم کے شبہ سے خالی نہیں ہوتی بعض سحرات جیسے بیمار یوں کو شفا دینا سپر کچرکسٹ یا سمریزم کی مدد بھی ہو سکتے ہیں لیکن پیشگوئی میں کوئی انسان شریک نہیں ہو سکتا پیشگوئی کی حقیقت کو ان تک یو وین لوگوں نے سمجھا نہیں جسکی وجہ شاید بائبل کی بعض محفل پیشگوئی ہوں لیکن پیشگوئی ہی ایک ایسا معجزہ ہے جو یقینی اور قطعی طور پر اپنا منجاب الہی ہونا ثابت کر دیتا ہے کیونکہ انسانی علوم یا انسانی قوی کا اس میں کوئی دخل نہیں پایا جاتا سمریزم یا بعض قسم کے مکاشفات یا ایک دل سے دوسرے دل تک ایک بات کا نامعلوم ذریعہ سے پہنچ جانا یا بیماری کو شفا دینا یا سب بائبل الکتشاف حاصل ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں اور اسلئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ انسانی قلب و دماغ کو بعض قوی ہیں اگرچہ ابھی ہم انکی کوئی تشریح نہ کر سکتے ہوں لیکن پیشگوئی کی طاقت الکتشافاً حاصل نہیں ہو سکتی اور اسلئے انتہا پر مبنی ہے کہ پیشگوئی کا سرچشمہ انسانی دماغ سے بالاتر کوئی اور ہے اور انسان کے اندر یہ طاقت نہیں رکھی گئی کہ جس طرح وہ مثلاً بعض وقت باوجود حجاب یا بعد کے دوسری چیز کو دیکھ سکتا ہے اسی طرح آئینہ کے کسی واقعہ کی نسبت بھی جتنی طور پر پیشگوئی کر سکے کہ کون کونسا آئینہ کے واقعات نتیجہ دینے اور نامعلوم اسباب کے نتائج ہوتے ہیں جو سب انسان کے علم اور اسکی قدرت کی حیثیت سے باہر ہیں اور ان کی نسبت ہی ضرورے سکتا ہے جو تمام ذرات عالم پر تصرف اور ان کے تمام کاموں اور قوتوں کا آگاہ ہے اور اسلئے حسب فتاویٰ ہر ایک چیز سے کام لے سکتا ہے اور ہر وقت دنیا کی ہر حرکت اور سکون پر قادر ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے پیشگوئی کو نبوت کی صداقت کا بڑا معیار رکھا ہے جیسا کہ فرماتا ہے علم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من الرضی من سول۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی بہت سی پیشگوئیں کا ذکر یہ رسالہ میں کی جا رہا ہے کہ چکا ہوں جنکے قبل از وقت شائع ہونے اور پھر حیرت ناک طریق سے پورا ہونے کی شہادت اعلیٰ درجہ کی قطعی اور یقینی ہے مثلاً گذشتہ اشاعت میں ہی میٹر ذکر کیا تھا کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضعف اور ناکوئی اور بے سرو سامانی اور سخت مخالفات اور دنات کے آپکی ہلاکت کے منصوبوں کے وقت میں یہ پیشگوئی کی جو قرآن شریف کی کمی سورتوں میں بار بار دہرائی گئی ہے کہ نہ صرف آپ ان تمام منصوبوں سے بچائے جائینگے اور صحیح سالم کفار کے درمیان سے نکل جائینگے بلکہ بعد اسکے وہ وقت بھی آئے گا کہ آپ نہرت اور

نقندہ اور غلبہ کیا تھے اسی شہر کہ میں واپس آئی ہوں گے اور اس کے دشمن ہلاک کئے جائیں گے اور باغلوب اور ذلیل ہونگے جہاں ایک طرف دشمن دوست کے درمیان اسکا شایع ہونا ثابت ہو جائے گا۔ بائیس سال بعد اسکا اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ لے کر پہنچا ہی طرح سے ثابت ہے اب غور کا مقام ہے کہ ایسی بے حد از قبیل بائیس اتنی مدت پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ کامیابی جو ہزاروں منافعوں کے بعد ہونیوالی تھی اسکی خبر انکو کس قدر دیدی ایک انسان تو دعوے سے بھی نہیں کہہ سکتا کہ کب تک زندہ ہوگا مگر یہاں نہ صرف اپنی زندگی کی پیش از وقت خبر دی ہے بلکہ اس کے ساتھ غلبہ اور فتح کی خبر بھی دی ہے کیا یہ انسان کے اختیار میں ہے کہ اسکو

کوئی بیماری ایسی نہ آوے جو اسکو ہلاک کر دے یا دشمن کا کوئی دارا سپر نہ چل سکے رات کی ابھیری گھڑیوں میں جب آپ انسان جنگوں میں عبادت کے لئے نکلے تھے تو اسوقت کوئی محافظ آپ کیساتھ نہ تھا اگر خدا تعالیٰ اپنی خاص نصرت سے دشمنوں کے ہاتھوں کو نہ روکتا تو کس طرح آپ بچ سکتے تھے پھر باوجود سخت مخالفت کے یہ امید کس طرح آپ کو ہو سکتی تھی کہ آپ کے ساتھ اس قدر لوگ لچکائیں گے جو کفار پر غالب جائیں گے کیسے نازک موقعوں پر آپ بچ سکتے اور کیسی خطرناک زخم لڑائیوں میں آپ کو لگے سینکڑوں آپ کے ساتھی انہی جنگوں میں شہید ہوئے ان سب باتوں کو مد نظر رکھ کر پھر غور کر کے کیا یہ بات انسانی طاقت اور علم کو اندیشی کہ بیس سال پہلے ایک بات کہی جاوے اور پھر اسکو اسی طرح پورا کر کے دکھایا جائے اگر پروفیسر مارگو لیو تھے کہ علم میں ساری دنیا میں کوئی ایسا سپر کچھ کسٹ یا بجوی یا دوراندیش انسان ایسا موجود ہے جو ایسی ہی جتنی پیشگوئیاں کر سکے اور پھر وہ اسی طرح پوری ہوں تو یہاں یہ کہ اسکی کوئی نظیر پیش کریں ورنہ ان پیشگوئیوں کا نہاب اللہ ہوا شہید کر کے اپنی حق پسندی کا ثبوت دیں۔

تعبیر کے جو لوگ لغو باتوں کے لئے اس قدر تحقیقات کر سکتے ہیں وہ اسلام کے نہاب اللہ ہونیکے ان بین ثبوتوں پہنچے غور نہیں کرتے اور کیوں س امر کی تحقیقات نہیں کرتے کہ ان پیشگوئیوں کی ہستی باری تعالیٰ کا کیسا بین ثبوت ملتا ہے میں عرض سے کہتا ہوں کہ وہ ہرگز یہ بات ثابت نہیں کر سکتے کہ ایسی پیشگوئیوں کا بیان کرنا کسی انسان کی طاقت میں ہے پھر کیوں وہ سیدھی ہا پر نہیں آتے یا تو ہمیں ان پیشگوئیوں کی نظیر کسی دوسری جگہ دکھادیں یا قبول کریں کہ واقعی اسکے اندر انسانی علم اور طاقت کی کوئی بالاتر علم اور طاقت پائی جاتی ہے اگر وہ کہیں کہ ہم اس تاریخی ثبوت کو نہیں مانتے جسکے برابر اور کوئی تاریخی شہادت ہمیں گزشتہ تاریخ میں نہیں ملتی تو میں کہتا ہوں کہ خدائے اب بھی اسلام کو اس بین ثبوت کے بغیر نہیں چھوڑا بلکہ آوازہ بانہ ہم اے سامنے وہ اختلاف پیش کر سکتے ہیں جنکو وہ ہر طرح سے جانچ سکتے اور پڑتال کر سکتے ہیں اور جس طرح کی تحقیقات چاہیں کر سکتے ہیں کیا ساری دنیا میں ایک بھی ایسا آدمی نہیں جو اس تحقیقات کو اپنی ذمہ لے لے اور بھائیوں کو ان نتائج حقہ سے آگاہ کرے جو اس عجیب شہادت سے پیدا ہوئے ہیں یعنی یہ کہ اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے اور اس میں خدائے تعالیٰ کے زندہ نشانات اور معجزات اب تک موجود ہیں اور کہ اسی خدا سے خدا کی ہستی کا صحیح پتہ لگتا ہے یہ نشانات حضرت مسیح موعود کی تازہ پیشگوئیاں ہیں جو سیکڑوں کی تعداد تک پوری ہو چکی ہیں اور جنکا ثبوت اگر دیکھا جائے تو ایسا یقینی اور واضح ہے جتنی طبیعت میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں بلکہ اکثرالتوں میں ایسا بخیر پری

ثبوت موجود ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ایک زلزلہ نشان بری غور کر دکھیں ۳۰ دسمبر ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر پیشگوئی اخبار میں شائع کی تھی کہ ”ایک زلزلہ کا دھکا“ اور پھر اسکے پانچ ماہ بعد یہ دوسری پیشگوئی بھی اخبار میں شائع کی کہ عفت الدار ہلے گا وہاں جیسے صاف اور لفظی معنی یہ ہیں کہ عارضی اور مستقل سکونت کے مکان سب زمین سے ہٹائیں گے اور ان کا نام و نشان مٹ جائیگا اب دیکھو کہ ۱۴ اپریل کے زلزلہ میں یہ پیشگوئی کیسی مین طور پر پوری ہوئی مگر لوگوں نے حسب عادت شور و آواز کے الفاظ پیشگوئی کے سمجھنے والے تھے حالانکہ ان میں ذرہ بھر ابھام نہیں ہے نہ اس زلزلہ کے پندون بعد ہی پھر خدا تعالیٰ نے ظاہر کیا کہ ابھی اور بھی زلزلے آئیں گے اور وہ قیامت کا نمونہ ہوگا اور جب وقت کے لئے نصیب کی گئی تو خدا نے فرمایا ”پھر بار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی جس سے سیدقت یہ مراد بھی گئی کہ جیسا کہ اخبار الحکم اور دوسری اخبارات کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ موسم بہار میں پھر ایک سخت زلزلہ آئے گا کیونکہ پہلا زلزلہ بھی موسم بہار میں آیا تھا اور پھر ایک الہام بھی تھا کہ ”۲۵ فروری کے بعد جانا ہوگا“ جیسے صاف مفہوم یہ تھا کہ زلزلہ ۲۵ فروری کے بعد ہوگا۔ سو اب ہماری ہوا کہ ۲۸ فروری ۱۹۰۴ء کو جو عین موسم بہار ہی پھر ایک سخت زلزلہ آیا جس کے متعلق اخبار رسول اینڈ لٹری گزٹ لاہور لکھتا ہے کہ اسکا زلزلہ ۴۸ اپریل والے زلزلہ کے برابر تھا اور اسی شہروں میں عاریت گزشتیں اور بہت شکستہ ہو گئیں اور کچھ جانیں بھی تلف ہوئیں اور بہت لوگ مکانوں کے نیچے دب کر زخمی ہو کر اب ان واقعات کیسا تھا اس امر کو بھی مد نظر رکھ لو کہ ۱۴ اپریل کے زلزلہ کے بعد پروفیسر اموری جو جاپانی اور علم زلزلہ کے ماہر ہیں۔ ہندوستان میں آئے تھے اور انہوں نے شکستہ پلنگہ کا گڑھ وغیرہ تمام مقامات کو دیکھ کر علمی لحاظ سے یہ خبر دی تھی کہ اب اس طرف دو سو سال تک کوئی سخت زلزلہ آئے گا اور باوجود انکی اس خبر دینے کے حضرت مسیح موعودؑ نے بار بار سخت زلزلوں کے آنکی پیشگوئی کو شائع کیا اب اگر کسی شخص کے دل میں طلب حق ہے تو وہ غور کرے کہ کیا اس پیشگوئی سے اور پھر اسکے صفائی سے پورا ہوئی ہے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ پیشگوئی منجانب اللہ تھی کیونکہ کسی انسان کا علم یہ بات نہ تھا کہ موسم بہار میں پھر سخت زلزلہ آئے گا انسانی علم نے تو یہی خبر دی تھی کہ اب تنویراً دو سو سال تک کوئی سخت زلزلہ آئے گا وہ بات ہر جسکی نظیر دنیا میں ملتی نہیں اور نہ وہ انسانی طاقت کے اندر ہے بلکہ صرف ایک عالم الغیب سخی کے بتائیے ہی وہ بات معلوم ہو سکتی ہے ان سب باتوں کے پیش از وقت شائع ہونے اور پھر پورا ہونے کا تحریری ثبوت موجود ہے کیا اس ساری نعم میں جو اپنے آپ کو تحقیقات کی سید بتائی ہے ایک شخص بھی ایسا نہیں جو ان باتوں کی تحقیق کرے ۱

اور ان تمام گذشتہ پیشگوئیوں کے بعد اب حضرت مسیح موعودؑ نے پھر خبر دی ہے کہ ”زلزلہ آئے گا“ اور پھر اس کے بعد خدا نے فرمایا ”وچکن کھلاؤنگا تم کو اس نشان کی نجات“ یعنی یہ نشان زلزلہ پانچ بار ظاہر ہوگا اور ایک قیامت کا نمونہ دکھائیگا اور ان زلزلوں کے متعلق پہلے سے بھی بہت سی پیشگوئیاں شائع ہو چکی ہیں جیسے لک نوری آیات و کھد مایعرون۔ یعنی نیری تائید میں ہم پہلے درپے نشان دکھائیں گے اور جو عاریتیں وہ بناتے جائیں گے ہم گئے جائیں گے اور پھر فرمایا ”زمین تہ و بالا کر دی“ اور پھر ”پھاڑ گرا زلزلہ آیا“ اور بھی بہت سے الہامات ہیں جو اس رسالہ میں اور اخبارات و کتب و اشتغالات میں شائع ہو

سچے ہیں اگرچہ کھلی باتوں پر غور نہیں کیا جاتا تو کم از کم اس موقع کو زما تھکے نہ جانے دیں یا اگر اسکو بھی انسانی طاقت کے اندر سمجھا جاتا ہے تو پھر چاہیے کہ اسکے مقابل کوئی پیشگوئی کرے یا اسکی کوئی نظیر پیش کرے مگر یاد رکھو کہ اسکی نظیر کوئی پیش نہیں کر سکتا کسی بخوبی سپر سچ ٹسٹ سائینس دان - عالم کی طاقت میں یہ بات نہیں ہے صرف خدا عالم الغیب ہی اس بات کو جانتا ہے اور وہی ان مخفی رازوں کو جو اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں ظاہر کر سکتا ہے کاش پروفیسر مارگو لیو تھے اور پروفیسر اموری صاحب غور کریں -

مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں ایک اور بات کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ عیسائی صاحبان کو اسلام کے خلاف کوئی تحریر پڑھ کر ایسی خوشی ہوتی ہے کہ وہ پھولے نہیں ملتے اور ہر ایک گندی تجریر پر اس طرح گرتے ہیں جیسے گندہ لڑ پر پاؤریوں کا ایک پرچہ دی ایسٹ ایڈیڈی ویسٹ ہے جو دلائل سے نکلتا ہے اس میں اس کتاب کا ریویو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کتاب بہت ہی قابل قدر ہے اور انگریزی دالوں کو اس سے صحیح صحیح خیالات اسلام اور اسکے پیغمبر کے متعلق مل سکتے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کتاب ایک مستند کتاب آئندہ کے لئے مافی جاوگی تعجب ہے کہ وہ کتاب جبکہ علم صرف اسلام پر نہیں بلکہ سارے سلسلہ نبوت پر ہے اور سب بڑے بزرگ یسوع مسیح اگرچہ پروفیسر مارگو لیو تھے نے یسوع کا نام صراحت سے نہیں لیا اسکی تعریف کی جاتی ہے مگر مردہ پرست قوم کو اس سے کیا غرض ہے کہ خدا کے نبی سچے ٹھہرا جاتے ہیں یا جوڑے اسلام پر کوئی اعتراض ہو پھر خواہ اپنے اصول کی ہی تکفلی کرتا ہو یا در لیا جان پر واہ نہیں کرنے ایڈیٹر سالہ مذکور کہنا ہے کہ اس کتاب میں جو متغالبہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا سپر سچ ٹسٹوں کے ساتھ کیا گیا ہے اس سے آپ کی وحی کی حقیقت کی مقدار معلوم ہوتی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ جن باتوں کو پروفیسر مارگو لیو تھے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا چاہا ہے وہ یسوع مسیح کے حالات میں پائی جاتی ہیں جو اناجیل میں مذکور ہیں مثلاً پروفیسر صاحب نے لکھا ہے کہ اسلام ایک مخفی سوائی تھی اب اسکے ثابت کر نیکی لٹر انکر چلے تھا کہ دو باتیں دکھاتے اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی مسلمان کو یہ ہدایت کی ہو کہ اپنے اصول کو کفار یا ان لوگوں پر ظاہر نہ کریں جو ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے اور دوسرا یہ کہ آپ کی کوئی پولیٹیکل غرض تھی مگر اناجیل سے یہ باتیں حضرت مسیح کے حالات میں پائی جاتی ہیں مثلاً متی ۶ باب میں لکھا ہے کہ مسیح نے اپنے شاگردوں کو چھپا کر لوگ میری متعلق کیا کہتے ہیں کہ میں کون ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نہ دل میں خدشہ تھا کہ آپ کے اصل دعوے کا لوگوں کو علم نہ ہو جائے شاگردوں میں بھی خود ایسی لاعلمی پائی جاتی ہے کہ صرف پطرس نے یہ جواب دیا کہ تو مسیح ہے جس پر خوش ہو کر اسکو بہت سے وعدے کئے کہ زمین و آسمان کی کنجیاں تجھے دی جائیں گی اور ساتھ ہی شاگردوں کو اخفا کے لئے ارشاد کرتے ہیں گویا دوسرے میں کہیں یہ بات مشہور نہ ہو جائے تب اس نے اپنے شاگردوں کو حکم کیا کہ کسو سے نہ کہنا کہ میں یسوع مسیح ہوں یا در لیا جان ایوانداری سے بناویں کہ مخفی یہ ہے یا وہ جسے مارگو لیو تھے کہتا ہے ایسا ہی لوقا باب ۹ میں مذکور ہے کہ جب یسوع نے شاگردوں کو چھپا کر لوگ میری نسبت کیا کہتے ہیں تو انہوں نے مختلف رائیں بیان کیں تب اس نے ان سے کہا تم کہا کہتے ہو کہ میں کون ہوں پطرس نے جواب میں کہا کہ خدا کا مسیح اس نے ان سے تاکید کی اور فرمایا کہ کیسی کھلم کھلا

لوگ بھی اس بات کو نشا کی تھو کہ وہ خفیہ خفیہ کام کرتا ہے یہاں تک کہ خود اس کے بھائیوں نے اس ملامت کی اور اسے اخفا سے رنجور کہا کہ درایسا کوئی نہیں جو کچھ کام چھپے کرے اور چاہے کہ آپ شہرہ ہرگز تو یہ کام کرتا ہو تو اپنی تئیں جہان کو دکھا " (پہنچا) اب ایک طرف تو اخفا ہو اور دوسری طرف یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں داؤد کے تخت کو تائیم کرنے آیا ہوں بلکہ ایک دفعہ نوشاگردوں کے یہ حکم بھی دیدیا تھا کہ کپڑے پہن کر تلواریں خرید لو۔ ایسی ایسی کارروائیوں اور اخفا کی وجہ سے ہی رومی گورنمنٹ کو یہ شک پڑا کہ شخص بغاوت کا جھنڈا کھڑا کرنا چاہتا ہو اسی لئے آپ کو گرفتار بھی کیا گیا۔ یہ مخفی سوسائٹی کیلئے جو باتیں ضروری ہیں وہ سب اس جگہ پائی جاتی ہیں حالانکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنی دعوت اور اصول مذہب کو ہی کھول کھول کر بیان کیا بلکہ دوسری طرف یہ بھی پایا جاتا ہے کہ انکو سلطنت یا حکومت کی کوئی خواہش نہ تھی چنانچہ جب قریش نے خود پر امیر پیش کیا کہ آپ ہمارے بادشاہ بن جائیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کسی بادشاہت کی پروا نہیں۔ اہل میں ہر وہ فیصلہ مار گولیو تھے نے سخت غلطی کھائی ہر اگر وہی باتیں جو ہمارے نبی کریم کے متعلق لکھی ہیں یسوع مسیح کے متعلق لکھتے تو انکو واقعات سے الگ نہ ہونا پڑتا اور انکی بات بھی سچ جاتی اور پھر ہم بھی دیکھتے کہ یسوع کی غریب ہیروں کس طرح کتاب کا ریویو کرتیں۔

جو معجزات اناجیل میں حضرت مسیح کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ بھی ہر وہ فیصلہ مار گولیو تھے کہ دلائل کے موید ہوتے مثلاً بڑا زور بیماروں کے چنگا کرنے پر دیا جاتا ہے۔ لیکن ایسی باتیں دنیا کی ہر قوم میں پائی جاتی ہیں خود اس وقت میں مسیح کے ساتھ دوسرے ایسے لوگ موجود تھے جو یہی کام کرتے تھے۔ بلکہ یہ معجزات باقی کے معجزات پر بھی شک ڈالتے ہیں کہ شاید اسی قسم کی مشافی سڑی سے کام لیں۔ پھر بھوتوں کا نکالنا جسکا ذکر انجیل میں پایا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو تمام وحشی اقوام کی معمولی توہم پرستی ہے کہ بعض تاراپ جیسے مرگی وغیرہ کو یہ سمجھ لیتے تھے کہ ان میں بھوت داخل ہو گئے ہیں۔ اور انجیلوں میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح (ان بھوتوں کو نکالا بھی کرتے تھے ہمارے اس ملک میں بھی بہت سے لنگوٹی پوش درملین بھوت نکالنے کا کام کیا کرتے ہیں اور پانی پر چلنے کا جو معجزہ بتایا جاتا ہے۔ ایسا ہی کرتے ہیں اس زمانے میں بھی لوگ آگ پر چلنے کا دکھاتے ہیں۔ اور چند شرابیوں کو جو شراب سے بدست ہو رہے تھے یہ یقین دلا دینا کہ پانی کو شراب بنا دیا گیا ہے۔ ہنسی کے قابل بات ہے۔ انجیل کے دست پر خفا کا اظہار جس حالت کو ظاہر کرتا ہے اسے ناظرین خود قیاس کر لیں۔ غرضیکہ اگر ہر وہ فیصلہ مار گولیو تھے صاحب کو اپنی خیالات کی تائید بکار ہے تو انجیلوں کی بنا پر یسوع مسیح کی لائف لکھ کر خوب تائید کر سکتے ہیں اور ہم بھی دیکھیں گے کہ پادری صاحبان اس کتاب کی کس قدر تعریف کرتے ہیں۔



اسلام میں دس سال

(عبداللہ الحق سوراٹ از نیوز میلینڈ)

اپنی عمر کو چونتیسویں سال میں یعنی ۱۳ مارچ ۱۹۹۶ء کو میں نے بہت سوچ بچار کے بعد اور عیسائی اصول کا اسلامی توحید کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد اس واقعہ کو قبول کیا۔ جو قرآن شریف میں پیش کیا گیا ہے۔ یسوع کو چھوڑ کر جسکو عیسائی اپنا نبی خیال کرتے ہیں اور جس کے بغیر عیسائیوں کو خدا سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ خدا کو ان سے۔ میں نے اپنے ملک کے لوگوں کو مذہب کو چھوڑا۔ اور اس طرح اپنے تئیں ان کی نظموں حقیر بنایا۔ گر حق کو پا کر میں نے لوگوں کی کچھ پروا نہ کی۔ اور مندرجہ بالا تاریخ پر اپنے شہر ممبئی واقعہ اسٹریلیا میں مسلمانوں کے ایک بڑے جلسہ میں اسلام کو قبول کیا۔ اور شہادت دی کہ اللہ تعالیٰ کے سر اور کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اس کا رسول ہے میں نے زمین و آسمان کے خالق پر جو مسلمانوں کا خدا ہے۔ ایمان لایا بہتر سمجھا بجائے اسکو کہ یسوع کی پرستش کروں۔ اور اپنے آپ کو یسوع کے سپرد کروں اور آسمانوں کی طرف نظر اٹھا کر کہوں کہ میرا نبی یسوع آسمانوں میں ہے جیسا کہ عیسائی کرتے ہیں۔ جس خدا کو پادری پیش کرتے ہیں اس کی نسبت اسلامی خدا کو ماننا بد رجھا ادلی ہے۔ قرآن کو چڑھ کر میں یسوع کی عبادت پر راضی نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا خدا کی ہے۔ نہ یسوع کی۔ اور خدا ہی دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ نہ یسوع۔ اگر ایک ہی خدا ہے۔ اور ایک ہی کائنات ہے۔ تو حق حکمت سچا مذہب۔ سچی فلسفہ ایک ہی ہو سکتا ہے۔ جو فطرت اور عقل کے مطابق ہو۔ لیکن چونکہ ممکن ہے کہ ایک بات کے مختلف پہلو ہوں اور مختلف طرز کے لگ بھگ یا مختلف فرقے ایک ہی بات کو مختلف معنی کریں اس لیے اسلام کرنے کے بعد نبی اسلام کے اصول کو نظر غور سے دیکھنا شروع کیا۔ اور اپنے اعتقاد اور عمل میں عام مسلمانوں کے نمونہ پر چلنے لگا۔

میں نے جگہ جگہ بھی جتنا ناچا ہتا ہوں۔ کہ میں مسلمانوں کو کسی خاص فرقہ میں شامل نہیں رہا ہوں۔ بلکہ محمد رسول اللہ کے مذہب کے اسنے والا ایک سادہ مسلمان ہوں۔ واقعی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ میں بجائے انگریز ہونے کے ایشیائی بد ہادوش ہوں۔ اسی کا ہی معنی میں ایشیائی ہو جاؤں۔ تاکہ ایشیائی لوگوں کے اعمال میں پوری طور سے شریک ہو سکوں۔ میں محمد کا پیرو اور قادیان کی احمدی جماعت کا ممبر ہوں۔ میں احمدی جماعت سے اس لئے تعلق پیدا کیا ہے کہ یہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ محقق اور ترقی یافتہ گروہ ہے۔ اور اسلامی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کو جو مسلمان مشنریوں کی ایک چست جماعت ہے۔ باقی مسلمانوں کی طرح میں نے بھی اسلام کو پورا پورا اور اس پر غور کیا ہے اور دس سال کے مطالعہ خدا کی نسبت میرے معلومات کو ایسا وسیع کیا ہے کہ مجھ کو اس وقت کوئی علم نہیں تھا جبکہ میں عیسائیت کو بھڑکھٹات میں سرگرداں تھا۔

اسلامی فلسفہ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں۔ وہ مخالفین کی اپنی غلطیوں کو اعتراض عوام الناس کی علمی حالت پر مبنی ہیں جو بڑے بڑے شہروں میں رہتے ہیں۔ جہاں عیسائی سلطنتوں کو ہونے کی وجہ سے عیسائی پدیاں چھل گئی ہیں۔ میں نے

عیسائی مصنفوں کی کتابیں پڑھی ہیں جن میں مسلمانوں کی تمدنی حالت پر حیران کن لکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور عہد انجوبی کی باتوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ سلسلہ اور سلسلہ دین جبکہ میں ایک سرکاری کام پر تھیں تھا۔ مجھے تمام انگلستان میں پھرنے کا موقع ملا اور جو کچھ میسر ہوا وہاں دیکھا۔ وہ ناگفتہ بہ ہے۔ میں امریکہ میں بھی تین سال رہ چکا ہوں۔ اور جو خوشحال تھا وہاں پہنچ دیکھو ہیں۔ میں انجولیٹ نہیں کر سکتا۔ میں سپین۔ فرانس۔ اٹلی اور نیزلینڈ میں بھی بہت گھوم رہا ہوں۔ اور جو کچھ عیسائی ممالک میں دیکھا ہے۔ جیسا اجازت نہیں دیتی۔ کہ اس کو بیان کیا جاوے یہی حال نیزلینڈ کا ہے جہاں میں رہتا ہوں۔ یہاں ہر ایک چیز خوبصورت ہے۔ سوائے انسان کے جو ناپاک ہے۔

خدا کے جاننے کے لئے پہلے اپنے آپ کو جاننا ضروری ہے۔ اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچانتا ہے۔ خدا کو پہچانتا ہے۔ اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو پورے طور پر سمجھنے کیلئے یہ ضروری تھا کہ میں اپنے نفس کا علم حاصل کروں۔ اور جب میں اپنے نفس کا مطالعہ کرتے لگا تو مجھ جلد ہی یقین ہو گیا کہ کوئی چیز میرے ایسی قریب نہیں ہے جیسا کہ میرا نفس۔ جب میں اپنے نفس کو اچھی طرح سمجھنے لگا تو کسی اور چیز کو پہچان سکتا ہوں۔ قرآن شریف کی ایک اور آیت کے معنی بھی میرے پرواضح ہو گئے ہیں خدا فرماتا ہے کہ ہم اپنے نشان ان کو اتفاق میں دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفسوں میں تاکہ وہ حق کو پہچانیں نیز دیکھا کہ منتی کی انجیل باب ۲۲۔ آیت ۷۔ اسی آیت کی تائید کرتی ہے جس میں لکھا ہے کہ تو اپنے خداوند خدا سے پیار کر اپنے تمام دل کے ساتھ۔ اور اپنی تمام روح کے ساتھ۔ اور اپنی تمام جان کے ساتھ۔ اسی مضمون کی تائید میں موسیٰ کا قول ہے کہ تو انتقام نہ لے نہ اپنی قوم کے بچوں کو کیونکہ رکھ بلکہ تو اپنے پڑوسی سے ایسا ہی پیار کرتا۔۔۔ جیسا کہ اپنے نفس سے پیار کرتا ہے۔ دس سال کو تجربے نے مجھے ثابت کیا ہے۔ کہ اس حکم کی تعمیل جیسے مسلمانوں میں ہوتی ہے۔ ایسی عیسائیوں میں نہیں ہوتی۔ میں نے دونوں قوموں میں رہ کر دیکھ لیا ہے۔ میں نے عہد مسلمانوں کو آزمایا ہے۔ کہ وہ اس قاعدہ کی کبھی پابندی کرتے ہیں۔ میں نے ان کو بڑا سچا پایا جیسا کہ وہ خدا کی عبادت میں پکے ہیں ایسا ہی وہ مخلوق کی ہمدردی میں بھی بڑے سرگرم ہیں۔ عیسائی دنیا کا تو یہی ایمان ہے کہ جو کچھ کما سکتے ہو کما لو۔ اور جو کچھ کماؤ اس کو اپنے پاس رکھو۔ ایسا پتھر ڈھونڈو جو کہ تمہارے لیے کوئی سہا کر دے۔ وہ یہ عذر کرتے ہیں کہ چونکہ انسان کا روبرو میں بہت مصروف ہیں ان کے پاس اپنی جسمانی یا روحانی توجہ کی طرف توجہ کرنے کے لئے کوئی وقت نہیں ہے پانچ دفعہ خدا کے آگے گھٹنے ٹیک کر دعا کرنا تو کجا۔ عیسائی مذہب زیادہ مغرب میں واقع ہیں۔ اور جب انکی زندگی پر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو خدا سے کوئی واسطہ نہیں۔ بلکہ ان کی ساری کوششیں اس لئے ہیں کہ ان کی دولت بڑھے اور دنیاوی باتوں میں ترقی حاصل ہو۔ ہر ایک مرد اور عورت کے دماغ میں صرف دولت کا ہی خیال سما رہا ہے۔ وہ اپنی تہذیب پر بڑا فخر کرتے ہیں۔ مگر ان کی تہذیب صرف دنیاوی تہذیب ہی ہے نہ وہ اپنی تمام جان سے خدا سے محبت

کرتے ہیں اور زندہ اپنی پڑوسیوں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اپنے نفسوں سے جیسا کہ انکو یسوع فرما دیا تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ ملنے سے میری یہ غرض تھی کہ حق الہی اور حق العباد کے متعلق جو احکام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیے ہیں ان پر یہ کس حد تک عمل کرتے ہیں۔ یہی اصول ہیں جنکو مختلف رنگوں اور مختلف پہلوؤں میں اسلام پیش کیا گیا ہے میں نے دنیا کے مذاہب کو پڑھا ہے۔ اور یہ دیکھنا چاہا ہے کہ کونسا مذہب عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے جو مشرقی دنیا اور مغربی دنیا دونوں کے مناسب حال ہو۔ میں نے یونانیوں کی تعلیم کو پڑھا ہے۔ رومیوں عربوں اور ہندوؤں کو مذہب دیکھا ہے۔ پارسیوں اور چینیوں کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور میں دس سال کی تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کوئی تعلیم اس سے زیادہ پاک اس سے زیادہ خوبصورت اس سے زیادہ سادہ اور اس سے معقول نہیں ہے جیسا کہ مسلمانوں کے کلمہ طیبہ میں پائی جاتی ہے۔ کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ ایسی تعلیم ہے کہ خواہ سب تعلیمیں مرجائیں مگر یہ تعلیم ہمیشہ تک زندہ رہے گی۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور جتنے جتنے بڑے تغیرات دنیا میں ہوئے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے ارادے اور حکم سے ہوئے ہیں۔ میں ہر ایک بات میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ دیکھتا ہوں کہ کام کر رہا ہے جو شخص خدا کو سمجھنا چاہتا ہے اور اپنی تئیں خدا کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو قبول کرے اور محمد صلعم کے مذہب کو اختیار کرے جو نہایت ہی پاکیزہ مذہب ہے۔ اور جس کا نام بھی نہایت پیارا اور پاکیزہ ہے۔ یعنی اسلام کیا کے معنی ہیں اپنی تئیں خدا کے سپرد کر دینا۔ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ تم اپنی نفس کو پہچانو۔ اور اپنی پیدائش کی حقیقی غرض کو دیکھو خدا میں ہو کر انسان بے حد ترقی کر سکتا ہے۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ سعی کرو یہی تقدیر ہے۔ مبارک وہ ہے جو اپنے کام کو اس کو ڈھونڈ لیا ہے۔ اور جب تک خدا اسکو مہلت دیگا وہ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریگا۔ زندگی کس چیز کا نام ہے۔ کام کرنے کا۔ اپنی تمام دل سے جس سے خدا کی برکت نازل ہوتی ہے۔ اور انسان کو اپنے نفس کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اسلام ایک ایسا فلسفہ ہے۔ جو عین فطرت اور قدرت کے مطابق ہے۔ ہمیں استقلال سیکھنا چاہیے۔ جہاں جہالت۔ بیوقوفی یا تاریکی کو پائیں اس کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور قضا پر راضی ہونا چاہیے۔

سوالات جو ذیل

جے ڈانیل صاحب ہیڈ ماسٹر شاہی سکول گجرات کچھ عرصہ ہوا یہاں آئے تھے اور چند لکھے ہوئے سوالات جو اب ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیئے گئے تھے۔ میں ان سوالوں کا کچھ مختصر سا جواب دیتا ہوں۔ مگر شروع میں یہ بتانا دینا ضروری ہے کہ ڈانیل صاحب کے سوالات حق طبعی پر مبنی نہیں اور ابھی زیادہ انفسوس ہوتا ہے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ پادری صاحب

اس سے
کہ کلمہ طیبہ
میں پائی جاتی ہے۔
یہ ایسی تعلیم ہے کہ
خواہ سب تعلیمیں
مرجائیں مگر یہ
تعلیم ہمیشہ تک
زندہ رہے گی۔
جو کچھ دنیا میں
ہو رہا ہے اور
جتنے جتنے بڑے
تغیرات دنیا میں
ہوئے ہیں وہ سب
خدا تعالیٰ کے
ارادے اور حکم
سے ہوئے ہیں۔
میں ہر ایک بات
میں خدا تعالیٰ کا
ہاتھ دیکھتا ہوں
کہ کام کر رہا ہے
جو شخص خدا کو
سمجھنا چاہتا ہے
اور اپنی تئیں
خدا کے سپرد کرنا
چاہتا ہے۔ وہ
محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے خدا کو
قبول کرے اور
محمد صلعم کے
مذہب کو اختیار
کرے جو نہایت
ہی پاکیزہ مذہب
ہے۔ اور جس کا
نام بھی نہایت
پیارا اور پاکیزہ
ہے۔ یعنی اسلام
کیا کے معنی ہیں
اپنی تئیں خدا کے
سپرد کر دینا۔
اسلام تعلیم
دیتا ہے کہ تم
اپنی نفس کو
پہچانو۔ اور
اپنی پیدائش کی
حقیقی غرض کو
دیکھو خدا میں
ہو کر انسان
بے حد ترقی کر
سکتا ہے۔ اسلام
کی تعلیم ہے کہ
سعی کرو یہی
تقدیر ہے۔ مبارک
وہ ہے جو اپنے
کام کو اس کو
ڈھونڈ لیا ہے۔
اور جب تک
خدا اسکو مہلت
دیگا وہ اس کو
حاصل کرنے کی
کوشش کریگا۔
زندگی کس چیز
کا نام ہے۔ کام
کرنے کا۔ اپنی
تمام دل سے
جس سے خدا کی
برکت نازل ہوتی
ہے۔ اور انسان
کو اپنے نفس کا
علم حاصل ہوتا
ہے۔ اسلام
ایک ایسا فلسفہ
ہے۔ جو عین
فطرت اور قدرت
کے مطابق ہے۔
ہمیں استقلال
سیکھنا چاہیے۔
جہاں جہالت۔
بیوقوفی یا
تاریکی کو پائیں
اس کو دور کرنے
کی کوشش کرنی
چاہیے اور قضا
پر راضی ہونا
چاہیے۔

اس قدر شگفتہ انصاف یہاں پہنچے اور پراسنوں سے ایسی سوالات نہ کرے جو فیصلہ کن ہوتے بلکہ چند معمولی سوالات پیش کرے جن سے پادریانہ نکتہ چینی کی بدبو آتی ہو۔ چونکہ یہ سوالات ایسے ہیں کہ ڈائیل صاحب نے اس قدر صبر و عصاب سے نہ کر بھی جیسا کہ مذہب کو بانی کے متعلق نہ پوچھ پوچھ سگے اس لئے ضروری ہو گا کہ کسی قدر الزامی جوابوں سے بھی کام لیا جاوے یعنی جس قسم کے اعتراض ڈائیل صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کرتے ہیں۔ اس قسم کی نکتہ چینیوں سے کوئی بھی غالی نہیں رہا حتیٰ کہ حضرت مسیح کی زندگی میں یہ اعتراض سب سے بڑھکر پائے جاتے ہیں پس میں جہاں کہیں حضرت مسیح کے متعلق ایسے اعتراضات کو بیان کروں گا ان سے صرف میرا یہ مقصد ہو گا کہ یہ دکھاؤں کہ یہ راہ جو ڈائیل صاحب اختیار کر رہے ہیں قلیل ہی فیصلہ پر پہنچنے کی راہ نہیں بلکہ ایسے مباحثوں میں پڑنا محض تفصیل و قیاس ہے۔ ڈائیل صاحب کے سوالات حسب ذیل ہیں۔

(۱) کیا آپ کو کبھی کوئی دماغی مرض ہوا اگر ہوا تو کیا اور کب۔ آج کل اس مرض کا دورہ ہوتا ہے کہ نہیں۔
(۲) کیا اس مرض کے شروع ہونے سے پہلے آپ کو الہام ہونا شروع ہوا یا بعد ازاں اور آپ کے رشتہ داروں میں سے کسی نے کوئی نزاعی دعویٰ کیا تو کیا کیا اور کب کب۔

(۳) کیا آپ کو کچھ عودوں کے غلط ہونے کا خیال دینا آتا تو وہ شک کس طرح رفع ہوا۔ کیا ممکن نہیں کہ وہ شک درست ہو (۴) کیا آپ نے قولاً یا فعلاً گناہ کئے یا کرتے ہیں۔

(۵) ایک شخص کا مختلف تعلیم دینے والے اشخاص کا شیل ہونا ناممکن ہو مثلاً حضرت مسیح نے کفارہ کی تعلیم دی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مخالف ہیں تو آپ ان دونوں کے شیل ہو کر دو مختلف تعلیموں کو کس طرح پھیلا سکتے ہیں اسی طرح حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) و حضرت مسیح (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قابل نہیں مگر گرداناک و سری کرشن یہ تعلیم دیتے ہیں تو آپ ان چاروں کے شیل کس طرح پر ہو سکتے ہیں۔

(۶) سری کرشن نامک مسیح و محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صاحبان کے شیل ہونے کے سوا آپ کی زبان کے جو ممکن ہر غلط ہو آپ کے پاس عقلی اور نقلی ثبوت کیا ہیں۔

(۷) آپ کے اس دعویٰ کا کیا مطلب اور ثبوت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم مجھ میں سم ہے اور میں خدا میں سم ہوں

ان سوالوں کے جوابوں سے ڈائیل صاحب کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے۔ سوائے جیسے سوال کر جہاں انہوں نے کسی قدر ثبوت طلب کیا ہو۔ جب سے پہلا سوال دماغی مرض کے متعلق ہے۔ اس قسم کے لغو سوالات اس وقت موزوں ہوتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی وحی کو منجانب اللہ ہونے کے ثبوت دینے سے انکار کرتے۔ اور یہ کہتے کہ میرے پاس کوئی ثبوت نہیں سوائے اس دعویٰ کے جو میں کرتا ہوں۔ انا جیل کے بیان کے مطابق یسوع کو زندہ کھانے سے انکار کیا اور یسوع کو ثبوت نہ دیا لیکن اس بات کا یہیں کوئی علم نہیں کہ یہودیوں نے اس انکار کو بعد اکی طرف دیوانگی کو منسوب کیا یا نہ۔ بہر حال خواہ کوئی کسی صورت ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نشان دکھائیے انکار نہیں کرتے اور نہ وہ یہ کہتے ہیں

کہ میرے پاس سب کے دعویٰ کی شہادت نہیں بلکہ آپ کی وحی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل عندی شہادۃ من اللہ
فہی انتم تو مومنون۔ قل عندی شہادۃ من اللہ فہی انتم تاملون۔ پس جو شخص خدا کی طرف سے اپنے دعویٰ پر
شہادت پیش کرتا ہو اس کے متعلق جب پہلا سوال تو یہی ہو کہ جو شہادت وہ پیش کرتا ہو وہ کیسی ہو اگر اس شہادت سے اس کا
منجانب اللہ ہونا یقینی طور پر ثابت ہوتا ہو تو اس کو متعلق ایسے سوال کرنا سخت گستاخی اور حاقت ہو۔ اور اگر اس کے پاس
کوئی شہادت ہی نہیں یا وہ شہادت جو وہ پیش کرتا ہو اس کو منجانب اللہ ہونیکو ثابت نہیں کرتی تو پھر ایسے سوال کوئی کوئی ضرر
بانی نہیں بنتی۔ بہر حال یہ سوالات اصل مقصد سے وقفہ لگاتے ہیں اور سب کو فیصلہ کو پہنچا دینے میں مباحثہ کی راہ کھولتے ہیں صحیح توجہ
ہوتی ہے کہ اس قسم کو مباحثین کی عقلوں کو کیا ہو گیا کہ جب انہیں کسی دعویٰ کا ثبوت طلب کیا جاتا ہے تو وہ خود ثبوت دیتے نہیں اور جب
ہم کسی دعویٰ کا ثبوت پیش کرتے ہیں تو وہ اسکی طرف آتے نہیں۔ کوئی شخص انہیں پہنچ کر دیکھ کر کہ یسوع کی خدا کی کیا ثبوت ہو تو
وہ چند دعویٰ پیش کر دیں گے۔ اور کوئی شخص ان کو اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو منجانب اللہ ہونیکو ثبوت
پیش کرے تو وہ اسکی طرف رخ نہیں کریں گے بلکہ دور از مقصد اور غیر متعلق سوالات اور بحث اٹھا کر اصل سوال کی حل کی طرف
کبھی نہ آئیں گے۔ میں ڈانٹیں صاحب کے متعلق اسکی کچھ نہیں کہتا بلکہ یہ جہالت عام عیسائی مناظرین کی بیان کی ہے۔ اگر ڈانٹیں صاحب اس
پہلو کی طرف آئیں یعنی اس شہادت پر غور کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو منجانب اللہ ہونیکو قطعی ثبوت دیتی ہے اور اس کو متعلق
کوئی اعتراض نہ کر دیں یہ پہلو تو میں خوشی سے انکا جواب دوں گا کیونکہ بحث واقعی نتیجہ خیز ہو سکتی ہے اس میں مثال کے طور پر کچھ اس شہادت سے پیش کرتا ہوں
براہین احمدیہ حضرت میرزا صاحب کی ایک تصنیف ہے جو شہادۃ سولیکر ۱۸۸۵ء تک چار جلدوں میں شائع ہوئی گویا اب
اسکو شائع ہوئے چوتھائی صدی کو قریب گزر چکی ہے۔ اس لمبے زمانہ کے بعد جب ہم اس کتاب کو جس میں اس زمانہ کی وحی حضرت اقدس نے
شائع فرمائی۔ دیکھتے ہیں تو ہمیں اور کسی ثبوت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ بلکہ ایسا قطعی ثبوت آپ کو منجانب اللہ ہونیکو اس
سے ملتا ہے جسکی نظیر ملنی مشکل ہے۔ مثلاً ان چند پیشگوئیوں پر غور کرو جو اس کتاب میں درج ہیں۔ امت مہنی جہنزلہ تو جیسا کہ
وتفریدی فحاک ان تعان وتعرف بین الناس۔ والی جاعلک للناس اماما۔ ینصرت رجالا نوحی الیہم
من السلام۔ یا آیت مرکل فجعمیق یا تون من کل فجعمیق۔ ولا تصغر لخلق اللہ ولا تسلم من الناس۔ وقل
سہل الذی فرحوا انت خیر الواسرین۔ اصحاب الصفۃ وما ادراہم ما اصحاب الصفۃ۔ تدری اعینہم
فیض من اللہ مع۔ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ واللہ ممتن نورہ و
کمالہ فزون۔ یعصمک اللہ ولولہ یعصمک الناس۔ ان الامات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو مجھ سے ایسا ہی جیسے میرا
توحید اور تفریدی وقت پر جو تیری مدد کیلئے لوگ تیار کئے جائیں گے اور تجھ کو لوگوں میں مشہور کیا جائیگا پس بہت سے لوگ تیری تلقین اور
تیری پیروی کر دیں گا اور تو ان کا امام کیا جائیگا۔ میں لوگوں کے دلوں میں اللہ مکرر لکھتا ہوں کہ تو مال سے تیری مدد کریں۔ دور دراز اور
عمیق راہوں کو مجھ مالی مدد میں پہنچیں گی۔ لوگ تیری خدمت میں دوڑ کر رہوں گے پس مجھ کو لازم ہے کہ ان سے بد خلقی نہ کرے

اور ان کی کثرت اور بڑھوتری اور فوج و فوج آئینے خشک نہ جائے۔ اور یہ دعا کیا کر کہ اے میرے خدا مجھ کی ایدارست چھوڑا اور تجھے پہنچا اور کوئی وارث نہیں۔ خدا اصحاب الصلوة تیرے لیے مہیا کرے گا اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا چیز اصحاب الصلوة میں تو دیکھیں گے کہ ان کو آسمان جاری ہونے لگا (اور کہیں گے) کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز سنی جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ یہاں ارادہ کریں کہ جس نور کو خدا دنیا میں بھیجنا چاہتا ہے۔ اس کو بھیج دیں مگر خدا اس نور کو پورا کرے گا۔ اگرچہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ خدا تمہیں انکی شرارت سے بچائے گا اگرچہ لوگ بچا نہ سکیں۔

پیشگوئیاں ایسی واضح ہیں کہ انکی تشریف کرنا بھی کوئی ضرورت نہیں اور نہ وہ کسی تفصیل کی محتاج ہیں۔ نزول وحی کو وقت میں مبطل دہی کی حالت تھی وہ بھی انسی ظاہر ہے اور آئندہ اس حالت میں کیا کیا تغیرات آئیں گے وہ بھی کھول کر بیان ہوا ہے۔ اسوقت ایک شخص تنہا اور غیر معروف ہو آئندہ اس کو متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ وقت آجیگا جب اسوقت دیکھا دیگی اور لوگ اسکی نصرت کیلئے کھڑے کئے جائیں گے فوج و فوج لوگ دور دور سے آئیں گے اور کچھ ایسی بھی ہونگے جو اپنے گھروں کو چھوڑ کر آئی جگہ آ رہیں گے۔ بڑی مخالفت ہوگی اور لوگ ہلاک کر دینے کی کوشش کریں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نصرت اور غلبہ دے گا اس سلسلہ کو سر پہنچ کرے گا اور تمام دنیا میں پھیلائیے گا۔ ڈانیل صاحب کیلئے یہ ایک آسان راہ ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آیا یہ کتاب براہین احمدیہ میں پیشگوئیاں شائع ہوئیں پچیس سال سے دنیا میں شائع ہو چکی ہے آیا یہ پیشگوئیاں جو نقل کی گئی ہیں اس میں بعض ایسی طرح درج ہیں کہ کیا مصنف کتاب اسوقت تنہا اور گمنامی کی حالت میں تھا جب ان باتوں کو متعلق انکا اطمینان ہو جائے تو پھر وہ ان سوالات پر غور کریں کہ آیا اب لوگ فوج و فوج دور دور کی راہوں سے ملکر آکر پاس آ رہے ہیں؟ (چونکہ وہ خود بھی قادیان میں آچکے ہیں اسلام آباد معاملہ میں مشاہدہ بھی رکھتے ہیں) کیا ایسی لوگ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پاس موجود ہیں جو اپنے گھروں اور کاروبار کو چھوڑ کر حضرت اسلام آباد کو پاس آ رہے ہیں کہ انہوں نے ایک آواز دینے والی آواز سنی جو خدا کی طرف انکو بلاتا تھا کیا ان پیشگوئیوں کو متعلق ہوئے کہ بعد مخالفت کا خطرناک طوفان آکر خلافت اٹھا تھا کیا اس مخالفت کے طوفان نے اس نور کو جو خدا نے روشن کیا تھا بجھا دیا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ میری کسی تشریح کو بغیر ہی ڈانیل صاحب کو ان سوالوں کا بھی اطمینان بخش جواب مل جائیگا۔ اب اسکو بعد صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آیا ایسی پیشگوئیاں بھی ہیں جو اسقدر قوت اور شوکت اور غیب کے اسرار پہ اندر رکھتی ہوں اور یہ اس طرح حقائق سے پوری ہوں انسانی طاقت کو اندر ہے؟ شاید ڈانیل صاحب کو اس بات سے انکار نہ ہو گا کہ آئندہ کو متعلق کوئی انسان یہ بھی دعویٰ نہیں کہہ سکتا کہ میں اسقدر عرصہ زندہ رہوں گا اور اگر اسقدر دعویٰ کرنا بھی انسانی طاقت میں نہیں تو یقیناً یہ دعویٰ جو اس دعویٰ سے کہیں بڑھ کر ہے اسکی طاقت کو اندر نہیں ہو سکتی۔ کون انسان کہہ سکتا ہے کہ سپرد زمانہ بھی آئیگا جب جوق و جوق لوگ باوجود دنیا کی سخت مخالفتوں کو اسکی نصرت میں حاضر ہونے لگے بلکہ اپنے گھر بار چھوڑ کر اسکو پاس آ رہیں گے؟ ہر ایک آئندہ واقعہ جو کسی انسان کو پیش آئیگا وہ ایسی چیزیں ہیں جو انسان کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو انسان کی طاقت سے باہر ہوتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آئندہ زندگی کو متعلق انسان کہہ بھی نہیں کہہ سکتا بلکہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں ضرورتاً ہی مدت زندہ رہوں گا۔ پھر یہ کیونکر انسانی طاقت کے اندر رہ سکتا ہے کہ اسقدر مدت

پہلے جو چوتھائی صدی تک پہنچ گئی ہے وہ اپنی متعلق آئندہ کی پیشگوئیاں شائع کر رہا اور پیشگوئیاں بھی ایسی قوت اور شوکت والی کہ خود باتوں کا حاصل ہونا بظاہر حالات قریباً ناممکن معلوم ہو لیکن اگر ڈائیل صاحب کا یہ خیال ہو کہ واقعی ایسی پیشگوئیاں کا کر لینا انسانی طاقت کو اندر ہے تو وہ انبیائے سابقین اور خصوصاً حضرت مسیح کی ان پیشگوئیوں میں سچ خصلت وہ واقع شدہ سمجھو ہیں دو چار ایسی پیشگوئیاں نکال کر دکھا دیں جو ان پیشگوئیوں سے بڑھ کر اسرار غیب پر مشتمل ہوں اور ایک ماہر لایہذا قیام کریں کہ فلان بات انسانی طاقت کو اندر ہے۔ اور وہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں میں پائی جاتی ہے اور فلان بات انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اور صرف مرنے والی طرف سے ہی ہو سکتی ہے۔ اور وہ حضرت مسیح اسرائیلی کی پیشگوئیوں میں پائی جاتی ہے اسکو علاوہ انکا یہ بھی فرض ہو گا کہ وہ کھادیں اور چند ایسی مثالیں پیش کریں جن میں ایک انسان کی ایسی ہی پیشگوئی پائی ہو اور وہ پوری ہو گئی ہو۔

یہ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں سوشل کے طور پر ایک پیشگوئی سے لی ہو ورنہ ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے کہ جس قدر الہامات اور نقل کئے گئے ہیں وہ سب کے سب انچاند لگ لگاتار پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں۔ اور ایسا ہی اگلی وحی کی حالت ہے مثلاً انہیں الہامات میں ایک پیشگوئی بھی ہے کہ بعض لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر آئیں گے۔ انکو اصحاب العہد کہا گیا ہے۔ اب کون شخص ہے جو انسانی قیاس سے یہ بات کہہ سکتا ہے کہ میں آئندہ ایک ایسا عظیم الشان انسان بننے والا ہوں کہ لوگ میری طرف سے کچھ بچاؤ یہاں تک کہ وہ ہر طرح کی آسائشوں کو چھوڑ کر میری خدمت میں رہنا اپنا فخر سمجھیں گے۔ یہ ایک الہام میں یہ پیشگوئی ہے کہ سخت مخالفت ہوگی اور لوگ جان سے مار ڈالنے کے منصوبہ کریں گے مگر انکا کوئی منصوبہ کام نہ آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس پیشگوئی کو سننے کے بعد کچھ برسوں بعد مخالفت کا شور مچا اور یہ فتنہ دیکھ کر کہ اس شخص کو جو مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کرنا ہو قتل کرنا بڑے ثواب کا کام ہے اور اس طرح پر جاہلوں کو جو مذہب کی خاطر سب کچھ کر گذرے تیار رہیں انکا یا گیا کہ وہ آپکو جان سے مار ڈالیں اور بعض لوگوں نے سازشیں کیں بعض نے خطوط لکھے بعض نے مشتہر کیا کہ ہم قتل کر دیں گے مگر خدا کے حکام کو مطابق آپ ان تمام مخالفتوں اور منصوبوں کے اثر سے بچائے گئے۔ اگر خدا کا ہاتھ آپ کی حمایت اور محافظت میں نہ ہوتا تو اس مخالفت کی آگ میں سوختے نکلنا ناممکن تھا۔ یہی آپ کی ہر ایک وحی کا حال ہے کہ وہ عظیم الشان اور فوق الطافت پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ اصل میں منجانب الہد وحی کی خاص علامت ہے کہ اس میں اسکو منجانب الہد ہونیکا نشان خود موجود ہوتے ہیں اور اس طاقت اور علم کا اظہار ہوتا ہے جو تمام انسانوں کی طاقت سے بالاتر ہے اگر خدا کی وحی میں یہ خصوصیت نہ ہوتی تو سچی اور جھوٹی وحی میں کوئی امتیاز نہ ہو سکتا۔ اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ جس الہام کے ساتھ خدائی طاقت اور علم کا اظہار نہ ہو وہ کسی اور طرح پر منجانب الہد ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا ہی جب ایک وحی میں ایسی طاقت اور علم پایا جاوے تو پھر اسکی صداقت میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا اور نہ اسکو منجانب الہد ہونے پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔

اب اس مختصر تمیز کے بعد میں ڈائیل صاحب کے سوالوں کا بھی مختصراً تھوڑا جواب دیتا ہوں اگرچہ دراصل فیصلہ کن دہی بات ہے جسکو میں اوپر پیش کر چکا ہوں مگر چونکہ ممکن ہے کہ ڈائیل صاحب یہ خیال کر لیں کہ ان کے سوالات

کا کوئی جواب ہی نہیں اس لئے انکی غلط فہمی کا رفع کرنا بھی ضروری ہے۔ سوال اول اور دوم میں ڈائیل صاحب ناواقفیت کی بنا پر سوال نہیں کر رہے ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بعض امراض لاحق ہیں انکی بنا پر گویا یہ حملہ کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کی وحی دماغی حالت کو خراب نہ ہو سکی وجہ سے جس سے مطلب انکا دوسرا الفاظ میں یہ ہے کہ آپ گویا مجنون ہیں۔ اور آپکی وحی گویا دیوانہ کو پرالگ نہ بناتا ہے۔ حاصل اس اعتراض کا صرف یہ ہے کہ آپکی وحی منجانب اللہ نہیں۔ بینو منجانب اللہ وحی کی شناخت کی سچی علامت کو اور پر بیان کر دیا ہے۔ اور پادری صاحب کا فرض ہے کہ اس کسوٹی پر حضرت مرزا صاحب کی وحی کو پرکھیں کہ آیا وہ منجانب اللہ مطلقاً اور غریب کی مقتدرانہ پیشگوئیوں پر مشتمل کلام ثابت ہوتا ہے یا دیوانہ کی بڑ۔ ڈائیل صاحب کو اس قسم کا لغو اعتراض کہے خوش نہیں ہوتا چاہے کیونکہ نام مخالفین انبیاء علیہم السلام ہمیشہ انبیاء کو دیوانہ کہتے چلے آئے ہیں۔ اور وہ کو چھوڑ کر آپ حضرت مسیح کی نسبت ہی دیکھیں کہ دشمن تو دشمن وہ سچی انکو دیوانہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ یہودیوں میں سوا اکثر لوگوں کی رائے تو یہ تھی کہ ”اسکا ساتھ شیطان ہے اور وہ دیوانہ ہے“ (یوحنا ۸: ۱۲) مگر خود آپکی خیر خواہوں کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ لغو دبا لہ مجنون ہو گئے ہیں چنانچہ مرقس باب ۱۶ آیت ۷ میں لکھا ہے کہ جب اسکو دو سنتوں نے (اور بعض فراس لفظ کا ترجمہ رشتہ دار کیا ہے جس سے مراد انکی بھالی معلوم ہوتے ہیں) اسکو متعلق ایسی باتیں سنیں تو وہ اس کو پکڑنے کے لئے نکلیں۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ وہ دیوانہ ہے۔ دو سنتوں اور خیر خواہوں یا عزیز رشتہ داروں اور بھائیوں کو یہ پختہ یقین ہو جانا کہ لغو دبا لہ آپ کی دماغی حالت خراب ہو گئی ہے اور ان یقین کا یہاں تک مضبوط ہو جانا کہ وہ آپکو گرفتار کر نیلے لے گئے تھے جس سے شاید انکا یہ فساد ہو کہ آپ کو حکومت کو سپرد کر دیں کہ وہ آپ کو پاگل خانے میں رکھیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو بہت نشتر کی حمتان نہیں اور ڈائیل صاحب کا فرض ہے کہ ان باتوں کا خیال بھی کر لیں پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق غلطیاں کہیں۔ بڑے بڑے فقیہ جو مسیح کی ملاقات کیلئے یروشلیم آئے تھے انہوں نے بھی ملاقات اور گفتگو کو بعد ہی رائے قائم کی کہ آپکو جنون ہو گیا ہے ”تب فقیہوں نے جو یروشلیم آئے تھے کہا کہ بجلز بول اس کو ساتھ لے آؤ وہ دیہودوں کو سردار کی مدد سے دیہودوں کو کھالتا ہے۔“ (مرقس ۱۶: ۷) البتہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہودی آپ کو استعمال شراب کی وجہ سے پاگل سمجھتے تھے کیونکہ وہ آپ کو شرابی تو کہا کرتے تھے اور اس میں بھی شک نہیں کہ مسکرات کو زیادہ استعمال سے دماغ کو سخت نقصان پہنچتا ہے اور بہت لوگ اسی وجہ سے دیوانے بھی ہو جاتے ہیں۔ اور یا ممکن ہے کہ انہوں نے آپ سے اور کوئی ایسا افعال سرزد ہوتے دیکھے ہوں جس سے یہ نتیجہ نکالا ہو۔ بہر حال یہ دیوانگی کا الزام پرانا چلا آتا ہے اور جب عیسائی صاحبان خود ان الزاموں کی جوابدہی کر لیں تو پھر دوسروں پر الزام لگاتے بھی اچھے لگتے ہیں۔

باقی رہی وہ بیماریاں جو حضرت مسیح موعود کو لاحق حال ہیں۔ وہ تو آنکھوں والوں کیلئے ایک نشان ہیں نہ جانے آخر کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی چنانچہ مسلم میں ایک لمبی حدیث کو انار میں مسیح موعود کا ظہور صہود دین میں بیان کیا گیا یعنی دو زرد چادر میں۔ اب ایک مولیٰ سمجھ کا آدمی بھی یہ بات باسانی سمجھ سکتا ہے کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خبر عبت نہیں دی اور اسکا یہ مطلب نہیں کہ واقعی اس نے اس رنگ کو کپڑے پہن ہوئے ہوں پھر گڑھی اور کوٹ پہنا جسے کرنگوں کا بھی ذکر ہونا چاہئے تھا اور علاوہ انہیں اگر اڑھنے کی چادر پہن کر زرد ہونی تھی تو

مصحح تین یعنی دو چادریں کیوں فرمایا چونکہ پیشگوئیوں کی بناوی یا مکاشفات یا ریا پر موقی ہے۔ اس لئے اس اکثر اوقات وہ استعارات متعلی ہوتے ہیں جو روایا اور مکاشفات کو متعلی ہوتے ہیں۔ اب جب ہم تعبیر کی لغت میں ردوباس کو معنی دھونڈتے ہیں تو تمام معبرین بالاتفاق ہیں بتاتے ہیں کہ ردوباس عموماً بیماری ہوتی ہے یہی امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ان معنوں کو معلوم کر کہ حدیث کو معنوں میں کچھ بھی شک نہیں رہ جاتا۔ دو زد و چادروں کو ملو دو بیماریاں ہیں اور واقعی دو ہی بیماریاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لاحق حال ہیں جو مدت ساری آتی ہیں۔ اس میں ایک مرض کثرت پیشاب ہے اور دوسری غشی یعنی ہوا طراں ہو کر نبض کا کمزور اور دل کی حرکت کا سست ہو جانا۔ یہ مرضیں نہ صرف اس رنگ میں ہی نشان ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کر نیوالی ہیں بلکہ اس بھی نشان ہیں کہ ایک شخص جسکی حالت صحت ایسی ہو کہ جب مرض کا دورہ ہو تو موت تک نوبت پہنچ جائے وہ کیونکر انسانی قیاس سے یہ کہہ سکتا ہے کہ نہ صرف میں انہی سال یا اسکا قریب قریب عمر پاؤنگا جیسا کہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی ہے بلکہ یہ بھی کہ میری بہت مخالفت ہوگی اور طرح طرح کے منصوبہ جبر ہلاک کر نیکیے لکھے جائیں گے میں غالب ہونگا۔ اور فوج مدفون لوگ سپر پاس آئیں گے اور مخلوق بکثرت میری طرف رجوع کرے گی اور اگر یہ کہا جائے کہ پلٹیں اس وقت کہتی ہیں جیسا ہی ان بیماریوں کا حملہ نہ ہوا تھا تو میں کہتا ہوں کہ بیماریوں کو حملے کے بعد اور حملوں کے اوقات میں بھی کئی دفعہ انہی باتوں کا اعادہ کیا گیا ہے اور ان پیشگوئیوں کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ غرض کہ ان دو بیماریوں کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں پایا جانا خود اس معنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی تری زبردست شہادت ہے۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے نشان ہیں کہ جبکہ ذکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں پایا جاتا ہے جو اس وقت پورے ہو کر خاتم الانبیاء اور خاتم الخلفاء دونوں کی صداقت کو چکا رہے ہیں۔ مگر اندھے مخالفت کا کیا علاج ہے جو ہر خوبی کی بات میں عیب تلاش کرتا ہے۔

بیماری تو انسان کو لئے ضروری ہے جس طرح جھوک پیاس اور تکان ضروری ہے اور کوئی انسان اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انیس صاحب جسم خدا ماننے ہیں وہ بھی بیماری سے خالی نہ تھا۔ اور انسانی فطرت میں کمزوریاں ہیں وہ اس میں بھی ایسی ہی پائی جاتی تھیں جیسی دوسری انسان میں۔ کیا کوئی عقلمند انسان اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ ایک شخص جو جھوک سے ان خود رفتہ ہو کر اکسیر کے درخت کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ بیماری سے خالی ہو سکتا ہے مگر بات یہ ہے کہ انہیں نویسوں کو دل پر عجائب عجائب باتیں لکھنے کا خیال اس قدر غالب تھا کہ بیماریوں وغیرہ کا ذکر وہ نہ کر سکتے تھے۔ اور اصل میں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف کہ فلان وقت آپ کو سرد درد دھنکا فلان وقت پیٹ میں درد ہو گیا تھا۔ معمولی تاریخ نویس کو تو سبھی نہیں ہوتی۔ مگر یہ شہادت جو انہوں نے دی ہے کہ آپ کو جھوک لگتی تھی تو آپ کھم پر کر نیکیے کھانا کھایا کرتے تھے بلکہ کبھی کبھار کو تو بہت پسند کرتے تھے۔ اور آپ کو پیاس لگتی تھی تو آپ پانی پیا کرتے تھے۔ اور نیند آتی تھی تو سو جاتے تھے یہ کافی ہے اس بات ثابت کر نیکیے کہ آپ میں وہ تمام عوارض پائے جاتے تھے۔ جو دوسرے انسان میں پائے جاتے ہیں اور اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آپ بیمار بھی ہو کرتے تھے اور اگر آپ کا یہ خالی جسم بیماریوں کو لئے روک ہوتا تو کوڑوں کے زخم آپ کی پشت پر کیوں پڑ جاتے اور میخوں کو زخم لگتے گہرے کیونکر ہو جاتے

جن میں ایک آدمی ہاتھ بھی ڈال سکے بلکہ ابنا تو عیسائی صاحبان کو حضرت مسیح کی موت ثابت کرنے کے لئے آپ کا اشتقاق القلب ماننا پڑا ہے۔ اس سے بڑھ کر بیماری کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اور ان واقعات کی موجودگی میں کوئی سمجھ دار عیسائی اس بات سے انکار نہیں کریگا کہ آپ کو کبھی سر درد بھی ہو جایا کرتا تھا اور کوئی معمولی امراض لاحق حال ہو جاتے تھے مگر یہ معمولی بیماریاں محل اعتراض نہیں اور جنوں یا دماغی خلل ایک ایسی موتی بات ہے کہ ہر ایک آدمی اسکو سمجھ سکتا ہے اور جسکو دماغی خلل ہوا اسکو سمجھ لاکھوں انسان اسکو تاج فرماں ہو کہ نہیں پلا کرتے اور پھر خلل دماغ والے کی پیشگوئیوں کا اثر نیچر پر کیونکر ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی کیوں نکلتی ہیں ہاں خدا تعالیٰ کا یہ دعوہ ہے کہ ایسی خبیثت امراض سے جس سے جنوں اور جذام وغیرہ) وہ اپنا انبیاء کو ہمیشہ محفوظ رکھتا ہے۔ معمولی امراض انکو ہوتی ہیں مگر وہ محل اعتراض نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ اپنا آپ کو بشری کنتھیں ہیں ہاں یسوع کی صورت میں معمولی امراض اور کھانا پینا جھوک پیاس لگنا بھی جائز اعتراض ہیں کیونکہ آپ لوگ اسے بشری شکل رکھ کر بنا کر ہیں۔ مگر ان معمولی امراض کے علاوہ انجیل نویسوں نے حضرت مسیح کی طرف بعض ایسے واقعات منسوب کئے ہیں جو بیک پیغمبر کی شان کے نمایاں نہیں ہیں منجملہ ان کے الفاظ شیطانی ہیں انجیل نویس تو صرف یہی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح شیطان کو ساتھ ساتھ پھرتے رہے مگر ایک عقلمند آدمی سمجھ سکتا ہے اور خود عیسائیوں نے آخر اس بات کو قبول کیا ہے کہ شیطان کا مسیح کو ساتھ ساتھ چلنا ایسا نہ تھا جس سے وہ آدمی ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یا ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور شیطان جسمانی شکل میں نمودار ہوا تھا بلکہ یہ ایک کشفی نظارہ تھا اور شیطان کا یہ باتیں کہنا کہ تم مجھ سے سجدہ کرو یا اوپر ہو کر جاؤ وغیرہ شیطانی الفاظ تھے اور اگر مسیح نے ان الفاظے شیطان کو دور کر دیا مگر ایسے واقعات ایک شک کر نیوالہ کو بہت گنجائش دیتے ہیں اور ادھر ایک اور شکل پیش آتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو شیطان سلطنت کا وعدہ کرتا ہے اور دوسری طرف حضرت مسیح کا بھی ایسا خیال پایا جاتا ہے کہ وہ داؤد کے تخت کو حاصل کرنا چاہتے تھے چنانچہ شاہد اسی غرض کے حصول کے لئے شاگردوں کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ تم کپڑے بیچ دو اور تلواریں خرید لو لیکن یہ کہ ان ننگے پاہیوں کو ساتھ آپ رومی سلطنت کو فتح کرنے کا خیال رکھتے ہوں اور بعد میں اس خیال کی اصلاح ہو گئی ہو۔ الغرض کسی معمولی بیماری سے سر درد سر جھکنا وغیرہ یہ کوئی ایسی امراض نہیں جنکی بنا پر کسی نبی کی نبوت باطل ہو سکے۔

دوسرے سوال میں ڈانیل صاحب یہ دریافت کرتے ہیں کہ وہ دماغی مرض جو اصل میں آپ کو اپنی ہی دماغ کی مرض ہے کب شروع ہوئی۔ اب اسکو جواب کی ضرورت نہیں رہی۔ باقی رہیں معمولی امراض سو کو انسان یہ یادداشت نہیں بنایا کرتا کہ پہلے پہل اسکو سر درد کب ہوا تھا۔ اور نہ ہی ان دو بیماریوں کو متعلق کوئی ٹھیک تائید بیان کی جاسکتی ہے جو پیشگوئی کے مطابق آپ کے لاحق حال میں مگر چونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت عرصہ سے ہوتا ہے۔ قیاساً کہا جاتا ہے کہ یہ بیماریاں بعد میں شروع ہوئیں۔ دوسرے سوال میں ڈانیل صاحب یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ آپ کو رشتہ داروں میں سے نزلہ و عمو سے کس کس نے کئے اس تجاہل عارفانہ سے کیا حاصل ہے۔ بہتر تھا کہ آپ اپنا شک پیش کرنے کہ چونکہ امام الدین نے بھی کوئی دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے آپ کو مسیح موعود ہونے کے بعد پر فلاں زور پڑتی ہے مگر ڈانیل صاحب اس بات کو یاد رکھیں کہ امام الدین نے کبھی اہم من اللہ ہو گیا دعویٰ نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اس کو دیکھا کہ خدو ب بکثرت عیسائی مذہب میں داخل ہوتے جاتے ہیں تو اسے چاہا کہ انکو اس پھندے سے بچائے اور کوئی

راہ نکالو۔ سو اس پر اعلان کر دیا کہ یسوع تو خدا کا بیٹا تھا مگر لال بیگ خدا کا بھائی تھا اور اس طرح سہ قوم خاکروب کو عیسائی مذہب قبول کرنے پر روکنا چاہا مگر اس غلطی کی کیونکہ خاکروب کو عیسائی مذہب قبول کرنا اسوجہ سے نہ تھا کہ انکو نجات کی سمجھ آگئی تھی انہوں نے یسوع کو روحانی منجی سمجھ کر قبول نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ ان کو جسمانی کام دینا تھا یعنی عیسائی مذہب کے قبول کرنے سے وہ نہ صرف بگاہ وغیرہ سے بچوٹ جاؤ تھے۔ بلکہ کچھ تعلیم حاصل کر کے وہ دنیوی وجاہت بھی حاصل کر سکتے تھے۔ مگر اس دعویٰ کے پیش کرنے پر اگر ڈانٹیں صاحب کا یہ مطلب ہے کہ اس سے مسیح موعود کو دعویٰ پر کچھ اثر پڑتا ہے۔ تو ان جھوٹے مسیحوں کو دعویٰ کیا یسوع کے دعویٰ پر اثر کو بھی سمجھ لیں یسوع کو وقت میں اور اس سے پہلے یسوع کو درمیان حاضر ہو رہے تھے۔ بلکہ وہاں تو کہنے والا کو یہ گناہ بھی ملتی ہے کہ وہ کہہ رہے کہ انہی جھوٹے مسیحوں کی طرف دیکھو یسوع نے بھی دعویٰ کر دیا ہے ڈانٹیں صاحب سمجھ لیں کہ ان کو ایسے اعتراضوں کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے جس سے ہم کہ انہوں نے اصل بات کی طرف رجوع نہ کی۔ اور ناحق ان فضول جھگڑوں میں میرا اور اپنا وقت ضائع کیا

ڈانٹیں صاحب کیا تیسرا سوال اس امر کے متعلق ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کو اپنی وحی کو منجانب اللہ کہنے یا دعویٰ کر غلط نہ ہوگا کبھی شک بھی ہوا ہے۔ اس کا جواب میں حضرت مسیح موعود کی ایک تحریر پر لکے اپنے الفاظ میں جواب نقل کرتا ہوں جو اسی قسم کے سوال پر دیا گیا تھا۔ وہ جواب یہ ہے۔ جو کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے اس کا ساتھ ایک شوکت اور لذت اور تاثیر ہے وہ ایک فلولادی مسیح کی طرح مسیح کے دل کو اندر دھنسنے جاتا ہے اور تاریکی کو دور کرتا ہے اور اس کو دور دورے تک ایک نہایت لطیف لذت آتی ہے کاش اگر میں قادر ہو سکتا تو میں اس کو بیان کرتا مگر روحانی لذتیں ہوں خواہ جسمانی ان کی کیفیات کا پورا نقشہ کھینچ کر دکھانا انسانی طاقت سے بڑھ کر ہے ایک شخص ایک محبوب کو دیکھتا ہے اور اس کی ملاحظہ حسن سے لذت اٹھاتا ہے مگر وہ بیاں نہیں کر سکتا کہ وہ لذت کیا چیز ہے اسی طرح وہ خدا جو تمام ہستیوں کا علت ہے جیسا کہ اس کا دیدار اعلیٰ درجہ کی لذت کا شہرہ ہے۔ ایسا ہی اس کی گفتار بھی لذت کا شہرہ ہے اگر ایک کلام انسان سے یعنی ایک آواز اس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جاوے کہ شاید شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور لذت اور لذت اور خدا کی طاقت اور بھگت سے بھرپور ہے اس کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ہرگز مردہ آوازوں سے مشابہت نہیں رکھتا بلکہ اس کو اندر ایک جان ہوتی ہے اور اس کو اندر ایک طاقت ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک کشش ہوتی ہے اور اس کو اندر یقین بخشنے کی ایک خاصیت ہوتی ہے۔ اور اس کو اندر ایک لذت ہوتی ہے اور اس کو اندر ایک روشنی ہوتی ہے اور اس کو اندر ایک خارق عادت ملی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ذرہ ذرہ جو در تصرف کر نیو اسے ملائکہ ہوتے ہیں اور عطا اس کو اس کے ذاتی صفات کو اور بہت سے خوارق ہوتے ہیں اس کے مگر یہ نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کو مورد دل میں شہرہ پیدا ہو بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے اور اگر اس کو کوئی اور مجرہ نہ دیا جاوے تو وہ اس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہے بجا خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔ خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اور ہوتا ہے وہ میرے روحانی والدہ ہے جس سے میں پیدا ہوا اس نے مجھے ایک وجود بخشا ہے جو پہلے نہ تھا اور ایک روح عطا کی ہے جو پہلے نہ تھی نیز ایک بچہ کی طرح اس کی گود میں پرورش پائی اور اس نے مجھ پر ایک

مشکور ہو سبباً لا اور ہرگز نیکی جگہ کی پالیادہ کلام ایک شمع کی طرح میرا اگر چلا بیٹھک کہ میں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اس سے زیادہ کوئی بد ذاتی نہیں ہوگی کہ میں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں میں اسے طرح اسکو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح میں لٹین رکھتا ہوں کہ میں زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سنتا ہوں اور میں کیونکر اس سے انکار کروں اسے تو مجھے خدا دکھایا اور چوتھم شیریں کی طرح معارف کا پانی بھی پلاتا رہا اور ایک شخص نے ہی ہوا کی طرح ہر ایک جس کو وقت میں مجھ کو راحت بخش ہوا وہ ان زبانوں میں بھی گھنچا نازل ہوا جن زبانوں کو میں نہیں جانتا تھا جیسا کہ زبان انگریزی اور سنسکرت اور عربی اسے بڑی بڑی پیشگوئیوں اور عظیم الشان نشانات سے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا کلام ہے اور اس نے حقائق و معارف کا ایک خزانہ میرے پر کھول دیا جس سے میں اور میری تمام قوم بے خبر تھی وہ کبھی زبان عربی یا انگریزی یا کسی دوسری زبان کو ان فقیہ اور نامعلوم الفاظ میں میرے پر نازل ہوا جس میں بڑے بڑے توحید و وجود ان روشن ثبوتوں کو کوئی شک کا مقام ہو سکتا ہے یہ کیا یہ باتیں مالدین کے لائق ہیں کہ ایک کلام جس نے معجزہ کی طاقت دکھائی اور قوی کشش تپائی کی اور غیب کی بیان کر فرمیں وہ نیک نہیں نکلا بلکہ ہزار ہا امور غیبیہ اسے ظاہر کئے اور ہر ایک باطنی کندہ کو مجھ اپنی طرف کھینچا اور ایک کندہ دنیا کو سعید دولت پر ڈالا اور میری طرف انکولایا اور انکو نکھیں دیں جن سے وہ دیکھنے لگا اور کان دیں جن سے وہ سننے لگا اور صدق و ثبات بخشا جس سے وہ اس راہ میں قربانی ہونیکے لئے موجود ہو گئے تو کیا یہ تمام کاروبار شیطانی یا دوسرے نفسانی ہے۔

چوتھا سوال ذیل صاحب کا گناہ کو متعلق ہے کہ آیا مسیح موعودؑ گناہ صادر ہوتا ہے یا نہیں۔ میری سمجھ میں تو دنیا میں مسیحاؑ سے بڑھ کر گناہ کی حقیقت سے ناواقف شاید ہی کوئی قوم ہو انکو نزدیک محض ایک لغو خیال ہوا انسان گناہ سے پاک ہو جاتا ہے یعنی جو شخص صرف اس قدر مان لے کہ ایک عورت کا بیٹا یسوع مسیحؑ زمین و آسمان کا خدا تھا اور یہ بھی مان لے کہ وہ صلیب پر مر گیا تھا وہ گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ خدا کو کسی نبی نے تعلیم نہیں دی بلکہ جو تعلیم اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو ذریعہ سے جنکو عیسائی بھی نبی مانتے ہیں وہی مسیحؑ دیتا چلا آیا ہے۔ وہ وہی تعلیم ہے جسکو سب سے آخر تک سب عمدہ اور اعلیٰ طور پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا۔ اس کفارہ کے حامل عقیدے نے عیسائیوں کو اس بات پر مجبور کیا ہے کہ وہ مانیں کہ مرنے والے گناہگار تھے باستان مسیح موعودؑ مسیحؑ کو عصمت پر مفضل سمجھتے تھے پہلے کبھی گزیر چکی ہے۔ یہاں میں ذیل صاحب کو سوالات کو جواب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بالکل حق بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو شیطان کو تسلط سے محفوظ رکھتا ہے اور وہ کبھی عمدہ خدا کی نافرمانی کو مرتکب نہیں ہوتے ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ گناہ حقیقت میں کیا چیز ہے؟ یہ صرف خدا سے دور جانیکا نام ہے مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ایسا ہوتا ہے کہ وہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا اور نہ وہ کبھی اسکی جناب سے دور ہی کئے جاتے ہیں اسلئے وہ گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں۔ گناہ پیدا ہوتا ہے ایمان کے نقص اور کمزوری سے مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کا ایمان اسوجہ سے کہ وہ خدا کے تازہ بنا زہ نشان مشاہدہ کرتے ہیں اور اسکو کلام سے مشرف ہو کر میں اسے نقص و نسو خالی ہوتا ہے اور اعلیٰ درجہ کا یقین انکو حاصل ہوتا ہے وہ گناہ کا ارتکاب نہیں کر سکتے اور نہ خدا کی مرضی کو خلاف پل ہی سکتے ہیں۔ وہ اپنے تمام قوی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگا دیتے ہیں اور اسی کو ہوا تے ہیں پس جو کچھ وہ کہتے یا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کو مطابق کہتے اور کرتے ہیں اور اس لئے وہ نہ قولاً گناہ کو مرتکب ہوتے ہیں اور نہ فعلاً خدا کا کلام جو اپنے نازل ہوتا ہے وہ انکو

دلوں کو روشن کر دیتا اور ہر ایک ناپاک کو پاک کر دیتا ہے۔ مگر باوجود اس کہ وہ انسان ہوتے ہیں اور اس لیے وہ اپنی ضعف کو کبھی فراموش نہیں کرتے۔ بلکہ یہی اپنی ضعف کا اعتراف جو وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور کرتے ہیں یہی اعتراف انکو بچا دیتا ہے اور وہ کبھی یہ خیال دل میں نہیں لاتے کہ انہوں نے اپنی طاقت سے کوئی کمالات حاصل کئے ہیں یا اپنی طاقت سے وہ گناہ سے بچتے ہیں بلکہ انکا دل اس احساس سے بھر جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی انکی ہر ایک قوت اور طاقت کا سرچشمہ ہے۔ جیسا کہ ایک بچہ ہر وقت اپنی ماں کا سہارا تلاش کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ ہر آن اپنی مالک حقیقی کا سہارا تلاش کرتے ہیں اور اسی کی پناہ میں اپنا سچا دل سمجھتے ہیں یہی استغفار ہے یعنی طلب حفاظت الہی۔ یہ انکی کمزوری اور عاجزی کا اعتراف ہی ہے جسکو عیسائی اپنی نافرمانی اور نادان قیست سے گناہ کا اقرار سمجھتے ہیں حقیقی گناہ جو انسان میں اور خدا تعالیٰ میں بعد پیدا کر دیتا اور محبت اور یگانگت کے تعلقات کو منقطع کر دیتا ہے اس سے وہ بالکل پاک ہو جاتے ہیں مگر انسانی فطرت کی کمزوری جو اسکا خاصہ ہے انکو ساتھ لے لیتی ہوئی ہوتی ہے اگرچہ محض اللہ تعالیٰ کو فضل اور تائید سے وہ گرفتار ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ حقیقی پاکیزگی صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے۔ اس لیے انبیاء کبھی یہ جرأت نہیں کرتے کہ خود اپنی طرف ایسی پاکیزگی کو منسوب کریں بلکہ پاکیزگی کا سرچشمہ وہ خدا کو ہی سمجھ کر اپنی کمزوری اور عاجزی کا کھلا کھلا اعتراف کرتے ہیں یہی شیخ بعض ان فطرت کی جو جنکو عمل اعتراض بنایا گیا ہے۔ مثلاً حضرت مسیح کی حالت کو ہی دیکھو کہ جب ایک شخص نے آپ کو نیک استاذ و کمرا بکارا تو آپ نے مٹا کر روکا اور کہا تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے۔ نیک تو سو اے ایک کو یعنی خدا کو اور کوئی نہیں یعنی ۱۹۔ اب اگر ہم ان الفاظ کو معنی اسی طرح پر کریں جس طرح عیسائی صاحبان دوسرے انبیاء کو ایسے ہی اقوال کو کرتے ہیں تو ان لفظوں کو معنی سوا اس کے کچھ نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے صفات الفاظ میں اپنے گنہگار رہنے کا اقرار کیا۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کا منشاء سبیل کو صرف یہ سمجھنے کا تھا کہ حقیقی نیک اور پاکیزگی تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی منسوب ہو سکتی ہے پس وہی اپنے حقیقی معنوں میں نیک کہلانے کا مستحق ہے اور اس طرح پرنسپل دوسرے انبیاء کے انہوں نے اپنے بشری ضعف اور کمزوری کا اعتراف کیا ہے اس قسم کے الفاظ کا کسی پیغمبر کے کلام یا وحی میں پایا جانا اسکی عصمت کے منافی نہیں۔

پانچواں اور چھٹا سوال جو مماثلت کے متعلق ہیں بعض غلط فہمیوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ جہاں تک بابا نانک صاحب کا سوال ہے حضرت مسیح موعودؑ کی کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میں مثل نانک ہوں۔ بابا نانک صاحب خود ایک سچے مسلمان اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو تھے۔ اور انہوں نے کوئی نیا مذہب نہیں نکالا نہ ہی پیغمبر ہونیکا دعویٰ کیا۔ اس کا قطعی ثبوت چولہ صاحب سے ملتا ہے جو یہ مقام ڈیرہ بابا نانک آج تک انکو دشمن رہیں بابا نانک صاحب کی ایک عظیم الشان یادگار چلی آتی ہے۔ اور سکھوں کے اندر نہ صرف اس عظمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ اسکی پوجا بھی کی جاتی ہے اور اس پر نذرین چڑھائی جاتی ہیں۔ اس چولہ میں بابا نانک صاحب اپنا مذہب بھی چھوڑ گئے کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں بھی اپنے مذہب کو چھپا کر نہیں رکھا بلکہ اس چولہ پر جسکو وہ پناہ کرتے تھے انکا مذہب کھلم کھلا الفاظ میں لکھا ہوا ہے تاکوئی شک باقی نہ رہے۔ چنانچہ اس چولہ پر یہ لکھا ہوا ہے کہ انت الہیہ عند اللہ کا سلام ہے۔ پس بابا نانک صاحب سچے مسلمان تھے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اپنا

فرستے تھے اور ڈانیل صاحب جو کرشن اور مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں فرق بتا دیتے یہ بھی انکی غلطی ہو خدا کرکل
 نبیوں نے ہمیشہ سے ایک ہی تعلیم دی ہے مگر ایسا ہو جاتا ہے کہ انکی وفات کو کچھ عرصہ بعد لوگ انکی تعلیم کو بگاڑ کر غلط عقائد داخل کر دیتے
 ہیں حضرت مسیح نے کبھی کفارہ کی تعلیم نہیں دی بلکہ یہ عیسائیوں کی اپنی تراشی ہوئی راہ ہے۔ مسیح اسی راہ پر چلنے کی تعلیم دیتا تھا
 جسکی تعلیم اس کو پہنچی دیتے چلے آئے تھے ایسا ہی کرشن نے فتنا مسیح کی تعلیم نہیں دی اس پر بسو طبعیت میں وسمبر ششماہ کرسا دیس
 کر چکا ہوں۔ ڈانیل صاحب مائٹ کا ثبوت بھی طلب کر دیتے ہیں۔ یہ میں ابتدا میں ہی دے چکا ہوں اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا
 دئی منجانب اللہ ہو تو انکو دعویٰ ہے اور اسکو لے جو شہادتیں شروع میں پیش کی ہیں اس پر ڈانیل صاحب غور کریں۔ وہ بھی غور کریں
 کہ اس بات کو عیسائیوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح کی آمد کو نشان سب پورے ہو چکا ہیں اور یہی وقت اسکا آئینکا ہے مگر افسوس ہے کہ وہ غلط
 خیالات کی دنیا و پر جھوٹی امیدیں باندھ بیٹھے ہیں وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ خود یسوع کو ہی والہس آنا چاہئے حالانکہ ایسا ہی خیال انیسویں
 ایک نوم کو تباہ کر چکا ہے کہ انہوں نے مسیح اسرائیلی کو اسی وجہ سے قبول نہ کیا کیونکہ یہ مسیح کی دوبارہ آمد کی خبر دی گئی ہے یہودیوں کو
 انکی آسمانی کتابوں میں جملہ عیسائی بھی آسمانی مانتے ہیں یہ خبر دی گئی تھی کہ الیاس دوبارہ دنیا میں آئے گا تو پھر مسیح آئے گا۔ مگر الیاس نہ آیا اور
 خود حضرت مسیح کو ہی یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ الیاس کی دوبارہ آمد سے مراد انکو شیل یوحنا کی آمد ہے۔ افسوس ہے کہ عیسائی صاحبان اب اپنے مذہب کے
 بانی کو فیصلہ کو بھی نہیں مانتے۔ ڈانیل صاحب غور کریں کہ کیا مسیح نے یہ فیصلہ نہیں کیا۔ پس اگر یہ فیصلہ مسیح نے تھا تو یہودی سپریم اور
 حضرت مسیح نے خود باسد مغتری ٹھہرے۔ اور اگر یہی فیصلہ سچا تھا تو پھر اسی مسیح کے آئینکا آپ لوگ کیوں منتظر ہیں۔ نشان پورے ہو چکے
 رفت گذر چکا۔ خدا کا مسیح ظاہر ہو چکا جو پہلا انبیاء کی طرز پر اپنے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت بنا۔ اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا۔

ڈانیل صاحب کا آخری سوال ایک جملہ کو متعلق ہے جو حضرت مسیح موعود کی انٹیم میں واقع ہوا ہے جو آپ نے فرمائی کہ جو الیاس
 ہونیکا مدعی ہو مکھی تھی۔ اور اسکو ہمارا لکھ کر بلایا تھا۔ اس جملہ کا مطلب اس کل فقرے کو پڑھ کر خود ہی سمجھ میں آجاتا ہے اور اسلم میں کوئی
 اور جواب دینے کی بجائے وہی فقرہ نقل کر دینا ہوں سیاق و سباق خود بتا دیگا کہ اسکا کیا معنی ہے۔ یہیں اس شخص کا سخت دشمن ہوں
 کہ جو کسی عورت کو پیسٹ سے پیدا ہو کر یہ خیال کرتا ہے کہ میں خدا ہوں۔ گو میں مسیح ابن مریم کو اس تہمت سے پاک قرار دیتا ہوں کہ
 اسنے کبھی خدائی کا دعویٰ کیا تاہم میں دعویٰ کر نیوالو کہ تمام گنہگاروں سے بدتر سمجھتا ہوں میں جانتا ہوں اور سمجھ دیکھایا گیا ہے
 کہ مسیح ابن مریم اس تہمت سے بری اور استیلا ہے اور اس نے کوئی دفعہ مجھ سے ملاقات کی لیکن ہر ایک دفعہ اپنی عاجزی اور عتود
 ظاہر کی۔ ایک دفعہ سینچ اور اسنے عالم کشف میں جو گویا بیداری کا عالم تھا ایک جگہ بیٹھ کر ایک ہی پتیلے کاٹے کا گوشت کھایا اور
 اسنے اپنی فروتنی اور محبت سے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ میرا بھائی ہے اور میں نے بھی محسوس کیا کہ وہ میرا بھائی ہے تب سے میں اس
 کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں سو جو کچھ میں نے دیکھا ہے اسکو موافق میرا ہی عقیدہ ہے کہ وہ میرا بھائی ہے گو مجھ حکمت اور مصلحت الہی
 نے اسکی نسبت زیادہ کام سپرد کیا ہے اور اسکی نسبت زیادہ فضل اور کرم کو وعدہ دیدہ ہے مگر یہ بھی میں اور وہ روحانیت کی
 رو سے ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں اسی بنا پر میرا انا اسی کا آنا ہے جو مجھ سے الگا کرتا ہے وہ اس سے بھی الگا کرتا ہے۔ اس نے

مجھ دیکھا اور خوش ہوا پس وہ جو مجھ دیکھتا اور ناخوش ہوتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے نہ مجھ میں سے اور نہ مسیح ابن مریم میں سے اور مسیح ابن مریم مجھ میں سے ہے اور میں خدا سے ہوں مبارک وہ جو مجھ پہ پاشا ہے اور بد قسمت وہ جس کی آنکھوں میں سے پوٹیدہ ہوں ۷

انسانی نسل کشی اور حفاظت کے لاد کا بیٹا

ایک انگریزی کتاب جس کا نام کار جہ عنوان میں درج ہے میری پاس بغرض ریو یونان ریپبلکنز سے اس کا مصنف ایک شخص اسٹون مشنری ہے اور اگرچہ صرف ساٹھ صفحہ کی کتاب ہے مگر اسکی ایک ایک سطر قابل قدر ہے۔ اس میں عیسائی ممالک کو کھجونی پر سپر کوری کر دعوے کی حقیقت کھلو کر دکھائی گئی ہے۔ اور مصنف نے یہ دکھایا ہے کہ کونسی راہ اختیار کر کے عیسائی ممالک میں بدکاریوں کی کمی ہو سکتی ہے۔ جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ حیرت میں ڈالنے والے ہیں مگر اس سے بڑھ کر حیرت میں ڈالنے والا یہ امر ہے کہ عیسائی صاحبان ان واقعات کی طرف توجہ نہیں کرتے تعجب ہے کہ ان قوموں میں جہاں ہزاروں دانشمند عجیب عجیب رنگوں میں اپنی ذہانت کو نئے نئے نمونے دکھاتے ہیں ایک بھی ایسا نہیں جو ان بیانیوں کے خلاف کی طرف توجہ کرے جو عیسائی سوسائٹی کی جڑ کو کھا رہی ہیں۔ مذہب دنیا اپنے عیش کر نشغلوں میں اس طرح آنکھیں بند کر کے مہر ہے کہ وہ کسی یہ غور بھی نہیں کرتے کہ ان باتوں کا آخر انجام کیا ہوگا۔ بلکہ اگر کوئی شخص ان میں کثرت بدکاری پر لکھنے کی جرات بھی کرتا ہے تو وہ مہذب سوسائٹی کے لعن و طعن کا ہی انعام پاتا ہے اور اس بات کو کہ اصل تصویر ان سیاہ کاریوں کی کوئی کینچن چھپیل ہوئی ہے سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو واقعات مسٹر صاحب نے اپنی کتاب میں بیان کئے ہیں وہ انہوں نے عیسائی اخباروں یا عیسائیوں کی تحریروں سے ہی لئے ہیں اور ان میں سے بہتیں بطور اختصار یہاں چند واقعات بیان کرتا ہوں جس سے میری غرض صرف یہ ہے کہ تان امور کی طرف تہذیب کو دعویدار توجہ کر کے علاج کی تلاش میں لگیں۔

رٹنگ کا کوکا ڈاکٹر ٹائٹ لکھتا ہے کہ امریکہ میں مرد عورت کے تعلقات میں بدکاری بڑی تیزی سے پھیلی جاتی ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ نہ صرف حمل کو اسقاط میں ہی کثرت ہوتی جاتی ہے بلکہ کچھ کچھ بہت پھیلی جاتی ہے۔ اور ان دونوں باتوں کی کثرت ضرور قانون کو مجبور کرے گی کہ ان کے روکنے کے لئے سخت سزائیں خاص طور پر بے جا دیں۔ حمل کو روکنے کی رسم بہت پھیل گئی ہے اور یہ ایک خطرناک بدی ہے اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ لوگ دنیا کی عیاشی اور نفسانی لذت کا حصول چاہتے ہیں۔ مگر جو نتائج ان اغراض کو پورا کرنے سے پیدا ہوتے ہیں انکو وہ خود غرضی کی وجہ سے برداشت کرنا نہیں چاہتے۔ مسٹر ڈائیک کو بیان کہ مطابق جو انجمن اصلاح قانون طلاق کا ممبر ہے ریاست متحدہ امریکہ میں ہر سال چھ ہزار عورتوں کی جانیں اس کوئٹش میں تلف ہوتی ہیں کہ وہ جنہیں کو ضائع کرنا چاہتی ہیں یعنی اسقاط حمل کی وجہ سے۔ مسٹر ریو یونان لکھتا ہے کہ چھوٹے بچوں کی موت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ بچہ محمد اٹھنے کر دیکر ہاتھ میں چٹکی ضرورت نہیں سمجھتی جاتی یعنی وہ بچہ والدین سے غائب ہوتے ہیں مگر اکثر امداد عوامانہ ناجائز تعلق سے ہوتے ہیں جنکی سالانہ تعداد چار ہ لاکھ میں پچاس ہزار سے زیادہ ہے۔

”ذیل کا حیرت میں ڈالنے والا واقعہ مغربی سائنس میں چھپا ہے یہاں سے نکال دلیڈ میں سخت بیماری عام طور پر پھیل گئی اور چونکہ بیماری کسی مقام سے مخصوص نہ تھی اس لیے حکام نے یہ نتیجہ نکالا کہ پانی میں کوئی نقص ہے چنانچہ تالاب کا پانی نکالا گیا تو یہ وحشت ناک بات معلوم ہوئی کہ اس تالاب میں سانپ سو پھوں کی لاشیں ہیں وہی پرچہ آگے لکھتا ہے اگر مسموم ہو گیا اس قدر قتل عام کیوں دلیڈ میں ہو سکتا ہے تو پھر تجارت اور دیگر کام کے لیے بڑے بڑے مرکزوں میں کیا کچھ نہ ہوتا ہو گا سینٹ لوس اور شکاگو کے دیگر شہروں کی کیا حالت ہوگی اور سان فرانسسکو کے عباس شہر میں کیا کیا ناقابل ذکر باتیں نہ ہوتی ہوں گی پانچ لاکھ لاشیں ان کاریوں کا ایک چھوٹا سا نشان ہیں جو ہمارے ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں نسل کشی کا گناہ جو سخت درجہ کی برائی کا نتیجہ اور انسانی کے نزدیک نہایت خطرناک گناہوں میں سے ایک گناہ ہے صرف کچھ کشتی کا ہی محدود نہیں بلکہ ایسی ہی سیاہ کاری کرتا تھا اسکا طوک و زبیر بھی کہا جاتا ہے یہ خاص عیسائی بدکاریاں ہیں یعنی انکی کثرت عیسائی لوگوں میں پائی جاتی ہے لیکن عیسائی بزرگ کبھی انکا ذکر نہیں کرتے“

میں ان شرمناک واقعات کے ذکر کو بڑھانا نہیں چاہتا جو مفصل واقعات ان حالات سے حاصل کرنا چاہتا ہوں وہ اس کتاب کو پڑھنے والے سیاہ کاری جس کا نام تمدنی بدی رکھا جاتا ہے خطرناک طور پر عیسائی ممالک میں پھیلی ہوئی ہے اور اسکو سب تسلیم کرتے ہیں ایک عورت مسز ایشل کیمیل جو ایک مشہور مصنفہ لکھتی ہیں میں نہیں کہتی کہ ایک خاوند کی ایک عورت سے ہونا اعلیٰ درجہ کا اصول نہیں مگر یہ کہتی ہوں کہ اس زمانہ کے لوگ علمی طور پر نرج واحد کے قاعدے کو بنا نہیں سکتے بلکہ تعدد ازواج کسی نہ کسی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہے یا تو کھٹا کھٹا جیسا یوٹاکی ریاست میں اور یا پوشیدہ طور پر جیسا کہ باقی کی تمام پانچ سو سالوں میں غرضیکہ عام رواج عیسائی ممالک میں تعدد ازواج کا ہر درجہ صوٹ موٹ کا قاعدہ زوج واحد کا ایک سخت دھوکا اور منافقت ہے اور رڈی بازی کو بھڑک اور نفاق کیسا نڈھ چھپایا جاتا ہے یہ امر کہ پانچ لاکھ عورت ہمارے دنیا میں اس قسم کی موجود ہے اور ہر ایک شہر و قصبہ میں بصد سدی وہ موجود ہیں یہ کافی ثبوت ہے اس بات کا کہ ایسے خاوند جو نکاح کے معاہدے کو پوری طور پر نگاہ رکھنے والے ہو بہت کم پائے جاتے ہیں اور عام قاعدہ کے لئے جو اسکے خلاف ہر بطور استثناء کے ہیں اب یہ تمام کی تمام عورتیں بزرگ و خاں کسبیوں میں آکر شامل ہوتی ہیں اور یا خرید کر لائی جاتی ہیں اور پھر ہم میں سے ہی وہ مرد ہیں جو انکے اس سب میں گزار کے لئے انکو روپیہ دیتے ہیں جس سے وہ پوشاک اور خوراک خریدتی ہیں اور ہم میں ہی وہ مرد ہیں جنکی وجہ سے قریباً ایک لاکھ ایسی عورتیں ہر سال نکلی ہو جاتی ہیں اے مردو! جو ہمارے ہاتھ بٹھا بھی ہو۔ کب تک تم ہم سے وفا بازی کرو گے تمہارا دعوے تو یہ ہے کہ تم عورتوں سے جو المزدی کا اور فیاضی کا سلوک کرتے ہو مگر عمل تمہارا اسکے خلاف ہے اور تم ہر روز ہمیں دھوکا دیتے ہو تم ظاہر میں نیکی اور پرہیزگاری کی عظمت دکھاتے ہو مگر اپنی پرہیزگاری کا تمہیں کچھ بھی خیال نہیں ہے تم ہمیں کہتے ہو کہ ہمیں کسبیوں کے پیشہ سے نفرت ہے مگر تم ہی کسبیوں کے بازار میں جا کر مچھے دیکر عورتوں کو خریدتے ہو“

مگر ان تمام سیاہ کاریوں اور بدکاریوں کی عیسائی ممالک میں اس وجہ سے برداشت کی جاتی ہے کہ تعدد ازواج کے خلاف انکو سخت تعصب کے عیسائی ممالک میں ہر ایک بدکاری کو کھلی اجازت دی جاتی ہے اور اگر وہ کاجاتا ہے تو تعدد ازواج سے ہی روکا جاتا ہے زنا رنڈی ہاؤس اور شل کشی ان تمام بدکاریوں کو تعدد ازواج پر ترجیح دی جاتی ہے یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں لڑکی کو ذلیل نہیں یا جاتا اور ہر سے بڑے دلائل کے خیل اسکا دلیل کو نزدیک نہیں آنے دیتے بڑے بڑے فلاسفر مرد عورت کے تعلقات کو بیان کرتے وقت غلطی لڑکی کو بھول جاتے ہیں لہذا نزدیک ازواج کا نایا اغویا کسبیوں کا ہمیشہ اختیار کرنا ایک کسبیوں کے تعلقات رکھنا یا بچوں کا ضایع کرنا یہ بڑے گناہ نہیں ہیں بلکہ ان سب بڑا گناہ جسکی وہ برداشت نہیں کر سکتے تعدد ازواج ہے تمام بدکاریوں کی برداشت کی جاسکتی ہے تعدد ازواج کی کسی صورت میں برداشت نہیں کی جاسکتی اور اسکی نزدیک بھی سب سے بڑی بدی ہے جس کو دنیا سے نیست نابود کرنا چاہیے زانی اور اغوا کر نیوالا اور گھر میں عورتیں ڈال لینے والا اور کسبیوں کے پاس عین الا ان کے نزدیک قابل گرفت نہیں مگر تعدد ازواج پر عمل کر نیوالا ہر طرح پر دکھ دیتے ہیں لہذا یہ ہے اور وہ ایسا خطرناک انسان ہے کہ اس کے پاس بھی کسی کو نہیں بھٹکنا چاہیے اور نہ اس سے کسی تومی مشورہ میں ل کرنا چاہیے میں جبراً ہوں کہ تعدد ازواج کو برا کہنے والوں نے بھی ایک لمحہ کے لئے یہ غور کیا ہے کہ آیا واقعی تعدد ازواج زنا کاری ہے یا بدتر ہے ہرگز نہیں کیونکہ یہ ایسا عمل ہی نہیں جس پر عقل اور دلیل کو دخل یا جاوہ زانی اور اغوا کر نیوالا اور سنگوہ کے سوا کسی مجبور کر کھلا تعلق رکھنے والا یہ سب لوگ سوسائٹی میں عزت پانے کے قابل ہیں اور سوسائٹی کو نکالا جانے کے قابل اگر کوئی شخص جو قوم کی ایک سے زیادہ بیویاں کرے سوسائٹی تباہ ہو جائے اور دولت کے گڑھے میں گر جاوے مگر تعدد ازواج کا نفرت انگیز نام کسی عیسائی کے منہ سے نہیں نکلتا چاہیے تعدد ازواج کی نفرت گویا ان لوگوں کے نزدیک ایک ایسی نیکی ہے جو خطرناک سے خطرناک بدکاریوں کا گناہ ہو جاتی ہے اور یہ عذر کہ ہم تعدد ازواج سے نفرت ہے اس بات کے لئے کافی ہے کہ عورتوں کو ذلیل کر ذلیل اور گندے کر گندے پیشوں کے لئے مجبور کیا جاوے

میں یہ نہیں کہتا کہ عیسائیوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کے ذہن میں یہ بات نہ آتی ہوں اور جو اس لحاظ تعصب پر جو ان کو تعدد ازواج کے نام سے ہر غالب نہ آ گیا ہو مسٹر صاحب نے جکی کتاب سوقت میرے سامنے ہے اعلیٰ درجہ کی اخلاقی جرأت دکھائی ہے اور عیسائیوں کی عقل اور کائنات کے سامنے پر زور اور ہر رد الفاظ میں یہ دلیل کی ہے کہ وہ ناحق کے تعصب کو چھوڑ کر تعدد ازواج کے سوال پر دلائل سے بحث کریں انکے بعض فقرات اس قابل ہیں کہ ان کا ترجمہ یہ ناظرین کیا جاوے مسٹر صاحب فرقہ مارن کے عیسائی ہیں اور وہ ایک خط میں جو انہوں نے ایک نقد ازواج کے مخالف کو مخاطب کر کے لکھا ہے لکھتے ہیں -

اب اس امر کے متعلق جس کو تم لوگ تعدد ازواج کی ناپاک رسم کہتے ہو چند دفعات اور دلائل پیش کرنا چاہتا ہوں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری اس ناپاک رسم کا ح کو جو تعدد ازواج ہے سچا ماننے اور اس پر

عمل کر نیکی لے کو نسی تحریکات اور اغراض میں اور اس میں ہماری کیا نیت ہے ہم یہ ملتے ہیں اور کھلے کھلے الفاظ میں یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک قسم کی زنا کاری اور ناپاکی کے لئے ہمارے جذبات میں سخت درجہ کی نفرت ہے اور ہمارے نزدیک زنا کاری ایسا ہی خطرناک گناہ ہے جیسا کہ قتل۔ اور ابتداء میں ہم اس قسم کو اختیار کیا ہے یہ ہمارے سلسلہ اسرار میں سے ایک اصل ہے کہ مذہبی اور معمولی عدالتوں میں نہ دے کر کے لئے ہمارے قوانین اور قواعد میں سخت سے سخت سزا تجویز ہونی چاہیے۔

پرانے اور نئے عہد نامے میں شروع سے انجینئرنگ عورتوں کے صاحب اولاد ہونیکو خدا تعالیٰ کا بڑا فضل کہا گیا ہے اور عظیم یعنی بانجھ ہونے کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایک نشان قرار دیا ہے مارن یا اور لوگ بڑے ہی بیوقوف اور سخت اسحق ہوں اگر وہ ایک بات کو جب کو آپ لوگ خوش یا نہ اور ظالمانہ طریق سے ناپاک رسم کہتے ہیں حالانکہ انسانی ترقی کی معاون ہی محض جذبات نفسانی کے پورا کر نیکی کے لئے اختیار کریں خصوصاً اس شخص جب کہ انکی خطرناک مخالفت بھی اسی وجہ سے ہو رہی ہو وہ حالیکہ نفسانی اور شہوانی جذبات کو وہ دوسرے عہد و اہل قلب جیسا یوں کی طرح بڑی آسانی سے پورا کر سکتے ہیں نہ کوئی سختی ہی جو نہ کوئی ذمہ داری ہے نہ کوئی پراسا کرنے والا ہے اگر صرف شہوت رانی ہی اصل مقصود نکاح سمجھ لیا جاسکے تو کوئی آدمی جسکی عقل پکڑائی ہوئی نہ ہو اس ذمہ داری کو ناحق اٹھانا پسند نہ کریگا اسکے بچوں کے بڑے بڑے کئے ہوں جسکو تعلیم اور تربیت دینا اور انکی پرورش کرنا اور ان کے اور انکی ماؤں کے لئے خوراک پوشاک مکان وغیرہ کا انتظام کرنا اسکے ذمے ہو اور پھر ساتھ اسکے یہ باتیں اور بھی پڑھی ہوئی ہوں کہ اس کے اس فعل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو جو حرام کیا جاتا ہو سزا میں وسیع ہوں مال اسباب قرق کیا جاتا ہو عبادت گاہیں ویران کی جاتی ہوں مندر اور مسجد جاتے ہوں وغیرہ ہزار قسم کی تکلیفیں پہنچائی جاتی ہوں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دانشمند لوگ یہ سب تکلیفیں اور ذمہ داریاں محض ایک نفسانی جذبہ کو پورا کرنے کے لئے اختیار کریں حالانکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ اسکے ہی بھائی نفسانی جذبات کو کس قدر آسانی سے پورا کر رہے ہیں اور بڑے سچے شیطانی افعال کا ارتکاب کرتے ہیں انکو کس قدر آسانیاں ہیں اور پھر ایک بڑے نام مذہب سادھی میں اکثر نفوذ دیا ہے ہوسے اور بزرگوں کی ایسی ہی ہے جو بغیر کسی ذمہ داری کے اٹھانیکے اور نہایت قلیل خبیث سے انو زنا کاری اور ایسی ہی بدکاریوں کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اپنے جسم اور روح دونوں کو تباہ کر رہے ہیں۔

”میں ایک دفعہ واشنگٹن میں گیا ہوا تھا کہ ایک بڑے مہاجر ہر قسم کی ناپاکی سے ہماری مذہبی نفرت کو خوب سمجھاتا تھا سنجیدگی سے سیر پاس یہ بیان کیا کہ کانگریس کے اجلاس کے دنوں میں اس مشن میں کوئی عورت جس کے ساتھ کوئی محافظ نہ ہو عفت پر حملے سے محفوظ نہیں ہوتی سولے اس آزادی کی دیوی کے حکایت گنبد پر موجود ہے اور وہ بھی اس لئے

مختص نہ رکھا ہے کہ وہاں تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔

بیسے ایسے بلیک لکس سکری کتاب ہے کہ بعض مقامات پر جہاں صرف ریاست مائٹنڈہ کی حکومت پر حبشیوں کی عزتوں کو بطور روٹین کے گھروں میں رکھا جاتا ہے، شہر انگلنڈ و مغلیہ آرمیوں کے بھرا پڑا ہے، حالانکہ انہیں ہر ایک ہزار میں ایک بلیک لکس لکھنا ہوگا جو بنیاد پر نکاح شدہ والدین کی اولاد ہے۔

”کہ ان آدمی زیادہ عزت کے لائق ہے وہ جو نکاح کی ذمہ داری کو نسل انسانی کی ترقی دینے کے لئے اختیار کرتا ہے اور خوشی و اسکی تمام پاک و بڑی بڑی ذمہ داریوں کو جو بحیثیت والدین کے لئے پیش آئیگی اٹھاتا ہے اور اس طرح ان حقوق کو ادا کرتا ہے جو خدا اور ملک اور قوم کے حقوق اسکی گردن پر ہیں یا وہ آدمی عزت کے قابل ہو سکتا ہے جو محض ایک جذبہ کو اپرا کر نیکی کے لئے ایک وقتی قطع محبت کا جس میں محرک ف جوڑن مشورانی ہوتا ہے پورا کرتا ہے؟“

”آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ مذہب دنیا میں لکھن پڑی ہوئی عورتیں ایسی موجود ہیں جو ضعیف و رقیع ہو چکی ہیں اور جن کا مقام قابل غلام ہی نہیں پھر یہ کیسا ظلم کیسا غلام فطرت انسانی کے قدرنا انصافی کے قدر دور اندیشی سے بعید اور خدا کے قانون اور قدرت کے قانون اور ملک اور قوم کے خلاف کیسا سخت جرم ہے کہ بڑے بڑے شہر اور ایٹن آرمیوں کے نام انکو مجبور کر کے ہمیشہ کے لئے محوئے جہاں صرف سوچو کہ ایک عورت جس انہوں نے کیا ہے عقیم ثابت ہوئی ہے یا کسی اور وجہ سے اولاد پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رکھتی ایک آدمی جسکے کیسے نہ رہیں وہ جائز نہیں بلکہ کی سرکاری بنک جواز کارخانے سونے کی کاٹیں اور بڑے بڑے گھر خرید سکتا اور نکالنا ہو سکتا ہے نہیں بلکہ ایک ہی وقت میں جس قدر جی چاہے مجبور کر کے ہا جا پر تعلق رکھتا ہے۔“

ایک عورت کے دلین نکاح کی خواہش ہوتی ہے اس کے متعلق مستراحیت ایک عورت کی ہی تحریر کو نقل کیا ہے کہ وہ کہتی ہے ”دس لاکھ عورت ہیں ایک بھی ایسی نہیں جسکو اگر نکاح کرنے کا موقع ملے تو وہ نکاح نہ کرے خواہ وہ دانشمند ہو یا بیوقوف اور ہر باغریب خوبصورت ہو یا بدصورت نکاح اس کے لئے بیشتر فیصلہ کن صحیح معنوں میں نکاح ہوا علیٰ درجہ کا بہشت ہوا ہے۔ یہ ہے کہ دنیا میں مرد کا بہشت بھی یہی ہے عورت دوسرے مرد میں سفید ثابت ہو سکتی ہے بڑی بن سکتی ہے مگر اس کے تمام قوی و ذہن نے اسکو دے نہیں اپنی تکمیل سوا نکاح کے نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ایک یا عورت کی محبت کو اظہار کر نہ کرے یا موقع نہیں پاتی اس کے قوی کا ایک حصہ بالکل بند رہتا ہے اور اس پر گویا نرنگی رہتی ہے۔“

ان تمام شہادتوں سے ثابت ہے کہ اگر آپ اس امر کی کثرت فتنہ کا کوئی علاج ہے تو وہ صرف تعدد اذواج ہے مگر انہوں نے کہ عیسائی لوگوں کے بیمار کی طرح جو اپنے آپ کو بیمار نہیں سمجھتا اور اس لئے دوائی استعمال نہیں کرتا یا بیماری کی اس

کثرت کے باوجود اپنی بیماری کو تسلیم نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ کہ روز بروز اس سانس کی کموالت بڑھتی جاتی ہے کاش کہ وہ ٹھنڈے مٹھول سران باتوں پر غور کریں اور دلو کو تعصب خالی کر کے ان دلائل کو وزن کریں کہ کبھی کبھی پیشہ کی یہ تکلیف اس وقت تک غیر ممکن ہے جب تک کہ عورتوں کے لئے کوئی ایسی راہ نہ کھولی جاوے کہ ان کو خاوند کی سنگینی کا غم نہ ہو خواہ وہ دوسری یا تیسری یا چوتھی بیوی ہو۔ اگر ہی نکاح فائدہ اٹھا سکیں وہ عورتیں جو اپنی جنس کے لئے کوئی عزت یا خود لو نہیں رکھتی ہیں سوچیں کہ ایک غریب اور معصوم لڑکی اس وقت بکری کی طرح بیچ سکتی ہے جب اس کو موقع دیا جاوے کہ وہ معزز بیوی بن سکے ہمدردی انسانی کا دعویٰ کر نیوالے فکر کریں۔ کہ جن تک وہ نکاح کے باب میں اپنی قوانین کو درست نہیں کریں گے سچی ترقی ناممکن ہے کسی اصلاح سے مایوس نہیں ہونا چاہیے وہ خدا جس نے امراض پیدا کی ان کے علاج بھی اس نے پیدا کئے ہیں ہاں بخوشی ہی اخلاقی جرأت بکاہر کو درائی کو استعمال کیا جاوے

نوٹ اور ریویو

رسالہ جواز سود یہ ہے تصنیف فضل الفضل انبؤہ الحکام مولانا سید عبدالصمد صاحب کی گویا قرآن شریف کے حکم حرمت سود کو بالمقابل یہ رسالہ جواز سود پر لکھا گیا ہے لوگوں کی رائے سود کے متعلق بیان کر نیکی بعد آپ ایک قول فیصل دیتے ہیں جو یہ ہے کہ اولیٰ جوایت احل اللہ البیوع و حرم الربوا نازل ہوئی اس میں اعلیٰ درجہ کا اجمال ہر دویم جو حدیثیں دربارہ مضمون آیت احل اللہ البیوع و حرم الربوا کے دائرہ میں وہ خالی اجمال نہیں ہیں اور تشریح کا کافی ہر لہذا میری رائے ناقص میں یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ آیت قرآنی احل اللہ البیوع و حرم الربوا کو بھی مانند ان آیات کے حل کیا جاوے کہ جس کے متعلق مفسرین تخریر فرماتے ہیں اسد اعلم برادہ یعنی اند آیات مقطعات و تشابہات کہ جس کے معنی ہماری سمجھ سے باہر ہیں۔ بلکہ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے کہ سود کو ہم جائز رکھیں۔ مگر اگر محل بھی ہو تو اس کے خلاف فتویٰ دیو کا آپ کو کیا حق ہے اسد اعلم برادہ کے کہنے والے کو تو چاہیے تھا کہ وہ کتنا کہیں نہیں جانتا سود حرام ہے یا حلال نہ یہ کہ فتویٰ دے کہ سود کھادو اب تک تو حنفیہ لوگوں نے جواز سود کی کوششیں کی محض وہ خاص حالات کے ماتحت سود کو جائز کرنا چاہتے تھے مگر سید عبدالصمد نے قرآن کریم کی مخالفت کسی پہلو کو باقی نہیں چھوڑا اور قرآن شریف کے عام حرمت رب کے حکم کے مقابل عام جواز سود کا فتویٰ دیدیا یہ ہے ہمارا علماء کی حالت انا للہ وانا الیہ راجعون ان کے نزدیک جتنا سود کوئی چاہے لے اجازت ہے کیونکہ ان کے نزدیک ایک سارے کا سارا رکوہ مقطعات اور تشابہات ہیں اس طرح سے تو ہر ایک حکم کو تشابہات میں رکھا جاسکتا ہے۔

ایقمو الصلوۃ معلوم نہیں نماز کو لسنی تھی نیز سویر کی بات ہے ایسا ہی روزے رکھنا زکوٰۃ دینا حج کرنا وغیرہ احکام یا ایسی حرمتیں جیسی شراب یا تنہا زنا کا حرام کرنا ان سب کو محض ٹھہرا کر جواز شراب جواز زنا پر بھی سارے لکھکر ایک نیا راجتی فرہم قیام کریں اور کبھی آپ لکھتے ہیں کہ یہاں تک جو کچھ ہندو صعب نے لکھا با دواغلی کے

لکھا۔ پھر آپ یہ لکھتے ہیں کہ حرمت سود کے حکم کی علت ظلم ہے جیسا کہ فرمان ہے (لا تظلمون ولا تظلمون لیکن اگر پہلے معاہدہ ہو جائے کہ اس قدر روپیہ پر اس قدر سود لیا جاویگا تو ظلم نہ رہا بلکہ حق ہو گیا گویا رضامندی فریقین حرام کو حلال کر دیتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ زنا حرام ہو رہا ہے تو رضامندی فریقین ہو جاتی ہے بلکہ کچھ پیسے اجرت بھی کسبیاں لے لیتی ہیں یہ تو آپ کے نزدیک عین حلال ہونا چاہیے اور قمار بازی کو بھی سود پر قیاس کر لو اور یہ جو آپ لکھا ہے کہ ربائے جاہلیت میں پہلو سود مقرر نہ ہوتا تھا یہ سراسر حماقت ہے رسالہ جواز سود لکھ مارا اور تحقیق کی یہ حالت دیکھو تفسیر کبیر امار بابا بالنسیۃ فهو الاموال الذی کان مشہوراً متعارفاً فی الجاہلیۃ وذلک انھم کاؤبہ فعون المال علی ان یاخذوا کل شہر قدر اربعیناً ویکون راس المال باقیاً بفضل الفضل ازبۃ المحاکم صاحب اسکے معنی اگر نہیں سمجھتے تو کسی اور پر پوچھ لیں کسی عرب کے جاہل عربی پوچھ آئیں۔

”بیسل کلام اللہ نہیں ہے“ مینے گذشتہ سال میں عیسائی اخبار نگاری کے حوالہ سے لکھا تھا کہ ایک زمانہ میں عیسائی لوگ بائبل کو کلام الہی مانا کرتے تھے اور مسلمانوں کو چیلنج کیا کرتے تھے کہ بائبل میں تحریف کا ثبوت دیں آج زندہ اس کتاب کو کلام الہی مانتے ہیں اور نہ ہی تحریف کو مانتے ہیں اس پر انہماک اور افتخار جھنجھلا رہا ہے اسکا تو حق تھا کیونکہ بائبل کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنے سے مشنریوں کا تو کام نہیں چلنا مگر مجھے حیرت ہے کہ مسٹر فضل نے بھی اس تحریر سے بہت کچھ پریشانی ظاہر کی ہے گویا یہ کہنے میں کہ بائبل کلام الہی نہیں ہے یہ تحریف کی ہے حالانکہ مینے اس کے اپنے الفاظ جواب اس مضمون کے عنوان میں درج ہیں پہلے بھی لکھ دئے تھے انکے صاف الفاظ یہ ہیں جنکو اب وہ سولے اسکے کہنگلی کے وجود کو دنیا سے نیست و نابود کیا جاوے محو نہیں کر سکتے ”بیسل کلام اللہ نہیں ہے بلکہ اس میں کلام اللہ کا حال رُج ہے اور کلام اللہ درحقیقت خود یسوع مسیح ہے“ اگر لکھتے وقت بائبل کا اس طرح اسکی پرانی عظمت چھین لینے میں اقم کو یہ خیال ہوتا کہ اب بائبل کا باقی کچھ نہیں اور اسکی ساری عمارت کی بنیاد اکھٹ گئی ہے تو وہ اس قسم کی تھوڑی بات نہ لکھتا کہ اگرچہ ہم اس یسوع مسیح پر ایمان رکھتے ہیں جبکہ ذکر بائبل میں پایا جاتا ہے تاہم ہم اسے اس بنا پر نہیں مانتے کہ اسکا ذکر و شہادت بائبل میں پائی جاتی ہے بلکہ ہمارا ایمان کی بنیاد ان فانی و رقوق سے بالا اس رُح القدس کی شہادت میں ہے جو ایمانداروں کی روجوں میں سکونت کرتا ہے۔ یہ کیسا سیاہ جھوٹ ہے چاہے ان رقوق کو فانی کہو یا دی کہو یہ تو آپکو اختیار ہے مگر یہ جھوٹ ہے کہ بائبل کے ان قصے سے علاوہ نہیں اور کہیں یسوع مسیح ملا ایمان داری سے کہنا کہ جس وقت اپنے خدائے واحد کو چھوڑ کر مصلوب خدا کے نام میں

موجھے معلوم نہیں کہ اس مضمون کے لکھنے والے مسٹر فضل ہی میں یا اور کوئی صاحب گروچہ نکرہ حال نہیں مضمون سب سے اتفاق ہے اور جو کچھ اس میں بائبل کے متعلق لکھا گیا ہے وہ اسے سچ مانتے ہیں اسلئے میں انہیں ہی مخاطب کرتا ہوں جسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اڑ بیٹر صاحب برک کو ایک خط لکھا ہے جس میں میرے اس ریویو کو سخت تحریف قرار دیا ہے منہ جھڑ

نوٹ۔ یہ لکھا جا چکا تھا کہ رسالہ نگاری بھی سچ کہہ رہا ہے اور اس میں بھی ایک لٹ میں ایسی ہی سرنگی ظاہر کی ہے۔ سنہ

ہیئت میں آیا تھا تو اسی بنا پر لیا تھا کہ بائبل کلام الہی ہے اور جو کچھ اس میں مسیح کے معجزات اور تعلیم وغیرہ کے متعلق لکھا ہے وہ مسیح ہے یا کسی اقلیدہ؟ اور یہ بھی ایمان کے جواب ہیں کہ کتنی مدت تک پھر آپ مسیح کو صرف بائبل کی بنیاد پر مانتے رہے؟ ہر حال اگر بائبل کلام اللہ نہیں ہے تو آپ کے ہی الفاظ میں اور کجی میں موجود ہیں تو میں نے سخریہ نہیں کی اور لاف نشان اور سرفرازی کو کجی کے لکھنے والے پر ناراض ہونا چاہیے جس نے یہ لفظ لکھا ہے اور اس سے اختلاف رائے ظاہر کرنا چاہیے کہ یہ ہمارا مذہب نہیں اور ہم بائبل کو کلام اللہ مانتے ہیں

رُویا والہامات حضرت مسیح موعودؑ

یکم مارچ ۱۸۶۶ء۔ زلزلہ نیو یارک کے معنی یہ ہیں کہ اسی زلزلہ کو جو ہمارے زلزلہ سمجھو بلکہ سخت زلزلہ نیو یارک کے ۶ مارچ ۱۸۶۶ء ہاتھی آتش تلافی۔ ۹ مارچ ۱۸۶۶ء زلزلہ نیو یارک کے رب (لاترینی موت احد منہم) یعنی اسی میرے رب ان میں سے کسی کی موت جبکہ نہ دکھلا دے (ترجمہ) اسے میرے رب جبکہ زلزلہ نیو یارک نہ دکھایا تو اپنی اسکی گھبراہٹ اور فرح نہ دکھایا بلکہ پھر الامام ہوا ہمارے لئے عید کا دن۔ بعد اسکے الامام ہوا جس سے توبہ تیار کرتا ہے میں اس سے بہت پیار کرونگا اور جس کو تو ناراض ہے میں اس سے ناراض ہونگا یعنی تیرا کسی سے محبت کرنا اسکو ایسی آفت کو پکائیگا اور تیرا کسی سے ناراض ہونا اسکو ایسی آفت میں مبتلا کرے گا اور پھر الامام ہوا ابنی القولوا فاشہر وجہ اللہ یعنی جسکی طرف تیرا سنا ہوگا اسی کی طرف خدا بھی سنا کرے گا جس سے تجھے محبت ہوگی خدا بھی اس سے محبت کرے گا اور اسے پکائیگا پھر الامام ہوا خدا نے تیری ساری باتیں پوری کر دیں یعنی خدا تمام کام تیری مراد کے موافق کرے گا اور پھر الامام ہوا امانات میں سے بعض الذی لغدھم اور توفیق تلافی۔ اور وہ کام عذاب جو مخالفین سنکرین مخالفین کے لئے خدا کا وعدہ ہے خدایا تو ان میں سے کچھ تجھے دکھلا دیگا اور باقی تجھے وفات دے گا اور بعد میں وہ سب کچھ پورا کرے گا۔ یاد رہے کہ قرآن بھشیر کی طریقیان کے موافق اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ خدایا میری زندگی میں مخالفین کو بشرطہ کرنے تو یہ کے انکی زبان و راہیوں اور شوقیوں کی کچھ سزا دیگا کیونکہ انہوں نے تقویٰ سے کام نہ لیا اور پھر الامام ہوا قل ان صلواتی و شکی و حمای و حمائی للہ رب العالمین یعنی کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جہنما و میرا نارنا محض خدا کے لئے ہے جو رب العالمین ہے نہ کسی اور کام کے لئے اور پھر الامام ہوا رب (دنی آیت من السماء) یعنی اے رب میرے مجھے آسمان سے ایک نشان دکھا اور پھر زلزلہ کی طرف اشارہ کر کے یہ الامام ہوا۔ اگر اہل مع (انعام) یعنی اس نشان کے ظہور کی وقت خدا ایک عزت دیگا جس کیسیا تجھ ایک انعام ہوگا ۱۱۔ مارچ ۱۸۶۶ء الامام چوہدر حسروی آغاز کر دند ۱۲ مسلمان را مسلمان باز کر دند ۱۲۔ ۱۱ مارچ ۱۸۶۶ء۔ انی مع الافواج

اَتِيكَ يَغْتَتَهُ وَلِيَجْعَلَ لَكَ سَهْوَةً فِي كُلِّ اَحْرَانٍ رَبَّكَ فَعَالَ لَمَّا بَرِيد ۱۳۔ مارچ ۱۹۰۶ء شہر دہلی کو کھنڈر
 جا ہوا ساتھ لے جاؤ مگر عورتیں نہ جائیں ۱۴۔ اَنَا اعْطَيْتُكَ الْكُوْنُزَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاخْرُجْ اِنْ شَاءَ رَبُّكَ هُوَ الْاَبْدَانُ (۳)
 اِنْ اَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاجْعَلْ ۴۔ سَوَاعِدٌ عَلَيْهِمْ اَنْزَلَ مِنْهُمْ اَمْلَحَ تَنْزِلُهُمْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۔
 ۱۴۔ مارچ ۱۹۰۶ء روڈ میں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں۔ انت سلمان و منی یا ذا الابرکات
 پھر الامام ہوا چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی تیج بخار یعنی نشان زلزلہ ۱۴۔ مارچ ۱۹۰۶ء مقام اوسین نزد
 راہ تحفیر بدور انتش رسولان زکوند ۱۳ مارچ ۱۹۰۶ء (روڈ یاخواب میں دیکھا کہ میرزا نواب صاحب اپنا ہاتھ پر ایک
 درخت دکھ کر لائے میں جو پھلدار ہے اور جب مجھ کو دیا تو وہ بڑا درخت ہو گیا جو میدان توت کے درخت کے مشابہ تھا اور نہایت
 سبز تھا اور پھلوں اور پھولوں سے بھرا ہوا تھا اور پھل اس کے نہایت شیرین تھے اور عجیب تریہ کہ پھول بھی شیریں تھے مگر معمولی
 درختوں میں سے نہیں تھا ایک ایسا درخت تھا کہ کبھی دنیا میں دیکھا نہیں گیا میں اُس درخت کے پھل اور پھول کھا رہا تھا
 کہ آج کھل گئی میری دانست میں میرزا نواب مراد خاں ناصر کہ وہ ایک ایسے عجیب طور سے مدد کرے گا جو فوق العادہ
 ہو گی ۱۵۔ مارچ ۱۹۰۶ء خدا نکلنے کو (۲) انت منی بمنزلہ بروجی (۳) وعد اللہ ان وعد اللہ لا یبذل۔
 یعنی خدا ان پانچ زلزلوں کو لائے اپنا چہرہ ظاہر کرے گا اور اپنے وجود کو دکھلا دیگا اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ
 میں ہی ظاہر ہو گیا یعنی تیرا ظہور بعینہ میرا ظہور ہو گا یہ خدا کا وعدہ ہے کہ پانچ زلزلوں کے ساتھ خدا اپنے تئیں
 ظاہر کرے گا اور خدا کا وعدہ نہیں ٹھیک اور وہ ضرور ہو کر رہے گا ۲۴۔ مارچ ۱۹۰۶ء رفیقوں کو کہیں کہ عجائب و معجائب
 کام دکھ لائے گا وقت آ گیا ہے ۲۔ قال ربك انه نازل من السماء وما یرضیک (ترجمہ) کہاتیرے رب نے کہ
 تحقیق وہ آسمان سے چیز اتارنے والا ہے جو تجھے خوش کرے گی ۲۴۔ مارچ ۱۹۰۶ء فرمایا آج زلزلہ کی وقت کے لئے توجہ کی
 گئی تھی کہ کب آدیکا اسی توجہ کی حالت میں زلزلہ کی صورت آنکھوں کے سامنے آگئی اور پھر الامام ہوا اب آخر
 وقت ہل یعنی کبیرے خدایہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہوا اس کا وقت کچھ پیچھے ڈالے قاعدہ نحو کے مطابق لہذا کی
 جگہ ہل چلے تھے مگر اس جگہ ہل سے مراد ہل الحذاب کی کہ اس غرض تو عذاب ہے ورنہ زلزلے تو پہلے ہی آ
 چکے ہیں پھر اہل اسکے ساتھ ہی یہ الامام ہوا رب سلطنی علی الدنیا یعنی میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کر دے
 یعنی ایسا کر کہ عذاب کی آگ میرے حکم میں ہو جو حکموں عذاب دینا پاتا ہو وہ عذاب میں گرفتار ہوا جس کو میں چھوٹا
 چاہوں وہ عذاب محفوظ رہے ۲۸۔ مارچ ۱۹۰۶ء اخرا اللہ الی وقت مسیحی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں تاخیر ڈالی ہے
 وقت مقرر تک فرمایا چھوٹے زلزلے آتے ہی ہتھی ہیں لیکن سخت زلزلہ جو آئندہ آئے اسکے وقت میں تاخیر ڈالی گئی ہے
 مگر نہیں کہہ سکتے کہ تاخیر کتنی ہے ۳۱۔ مارچ ۱۹۰۶ء میں سچاس یا ساٹھ نشان دکھاؤں گا۔

۳۔ اپریل ۱۹۰۶ء ہوا الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیتظہر علی الدین کلہ ان اللہ قد من علیہا در کل خواب میں
 سواری عبد الکریم صلب کو دیکھا اور میں انہیں کہتا ہوں کہ دعا کرو کہ دشمنوں پر خدا بھیجے غلبہ دے۔ ” اور پھر آج دیکھا کہ وہ میرا نام لیکر کہتے ہیں کہ کیوں لگ ان کی
 مخالفت کرتے ہیں اور کہیں میں نے ان پر بڑے جوش اور غصہ کی کمر بستہ ہیں۔ ” اور چند روز ہرے میں نے دیکھا تھا کہ ایک انگریز جہاز گھوٹن نکل ہوا
 ہے ساتھ محمود گزرا تلاشی لیتی چاہتا ہے اور پاس ہی میرا مرد صاحب کھڑے ہیں وہ اشارہ کیے کہ میں کہہ اگر یہ عالم ہے تلاشی کی غرض سے کیا
 ہے یہ کہتا ہوں کہ اس کا تلاشی کے لئے کوئی مشتبہ چیز ہے صرف ہمارے مسودات میں معلوم نہیں کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہو مگر ماہر اور محمود کا لفظ
 دلالت کرتا ہے اگر کوئی لکھ رہا ہے تو اس تمام اچھا ہے ایسی خوابیں تعبیر طلب نہیں یہ ضرور نہیں کہ تلاشی کو مراد تلاشی ہی ہے بلکہ کوئی اور پوشیدہ
 جہت جو اس امر ہو سکتی ہے جو حکما اس تمام ظاہری بریت اور صفائی ہو و اللہ اعلم بالصواب چند روز ہو یہ امام ہو اکتھا ناہیسترتک بغلام۔ نافذ
 لکھتے ہیں کہ اگر یہ تعبیر ہو کہ محمود کے ہاں لڑکا ہو کیونکہ نافذ پوتے کو بھی کہتے ہیں یا بشارت کسی اور وقت تک موقوف ہو م۔ اپریل ۱۹۰۶ء
 یا نبیہ العریض ۸۔ اپریل ۱۹۰۶ء رب الدنئی زلزلة الساعة دن پر یکم اللہ زلزلة الساعة ۹۔ اپریل ۱۹۰۶ء رب الدنئی زلزلة الساعة ۱۰۔
 ربی انہ الحق و کلامہ یزد عن قوم یعرضون (۵) نصر من اللہ و فتح مبین (۶) اراد اللہ ان یبعثک مقاماً محموداً
 (۷) ہوا الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیتظہر علی الدین کلہ ۹۔ اپریل ۱۹۰۶ء وقت صبح ۱۰۔ الامراض تشاع
 و النفوس تضاع ترجمہ امراض پھیلائی جائیگی اور جانیں ضائع کی جائیگی فرمایا یہ امام پید بھی ہو چکے اب پھر ہوا ہے اور خوف ہے کہ اس سے
 کیا مصلحت معلوم نہیں کہ قادیان کے متعلق یہ یا بنجائے متعلق ہے ۱۳۔ اپریل ۱۹۰۶ء تاملہ اللہ لقد اشرک اللہ علینا وان کنا لخطیئین۔
 ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۶ء روایا دیکھا کہ طاعون ترقی کر رہی ہے امام۔ زلزلا آیا۔ زلزلا آیا روایا۔ دیکھا کہ زلزلا آ رہا ہے۔ امام۔ انارسلن الیکم
 رسولک انشاہ علیکم کما ارسلنا الی فرعون سولاً ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۶ء عالم رویا میں دیکھا کہ ایک سانپ شکل گھوم رہا تھا میرا غائب کر
 رہا ہے اس کا ہر کوئی دین کو کا فاصلہ ہے میں کھڑا ہو گیا اور اس کو کہا کہ خدا قائل تو باد۔ مراد زنت تو محفوظ دارو پھر نفاذ ہل گیا میں نے دیکھا کہ میرا پیر
 سوار ہیں میرا کسی گدن کو پکڑ رہا ہے چونکہ اس کی گدن لمبی تھی اس واسطے سے گردن پھیر کر میرا منہ کو کھینچا رہا ہے مگر وہ کٹ نہ سکا اور میرا احتیاط اس کی گردن سے
 تھک گیا پھر کٹی اور پھر اکٹھا کر لئی فرمایا کہ کوئی مخالف پوشیدہ ہمارے خلاف منصوبے و تہا بیکر رہا ہے چنانچہ اس کے متعلق پھر بھی مختلف الامم و رویا
 ہر جگہ ہیں میرا امام ایلی ایلی لہا سیدت الخ و روایا بارہ تلاشی مکان غیر و مکان ایسا مخالف بالآخر کام ہے کا قتل کے لئے آویگا تو خود مارا جائیگا

خریداران رسالہ کی خدمت میں التماس

تینوں سال نہیں لکھا گیا تھا کہ جن احباب کی قیمت ۳۰ مارچ تک وصول نہ ہو چکی اور نہ ہی ان کی طرف سے زیادہ جلت کی درخواست ہوگی ان کو اپریل
 میں پرچہ دی پتی کر کے قیمت وصول کیے جانے میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ رگے جہینہ سے یہ سلسلہ وصولیوں کا شروع کیا جاویگا بشرطہ کہ جو احباب
 کچھ جہالت جانتے ہیں وہ دفتر میں فی الفور ملازمین کے بعد میں دی پالی واپس نہ کریں کیونکہ اس بہت سچے پہنچتا ہے۔

معاونین رسالہ :- جو احباب خریداری میں ان کی خدمت میں التماس ہے کہ خفی الوسع یہ کوشش کیا کریں کہ قیمت خریدہ دی پالی پہلے وصول

ہو یا اگر اس سے متعلق ان دوستوں سے جیسے وہ خریداری میں پہلے مفید کر لیا کریں اور جیسے حکایتی لکھا ہو کر آ کر میں خریداری میں (دوسرے صفحہ پر)

